

ISSUED
 کتاب حقوق المسلمین
 اشاعت منہجہ
 سلسلہ ترجمہ نمبر ۱

لغة اردو ترجمہ

المعروف

تالیف
 شیخ الاسلام حافظ ابن قیم الجوزی رضی اللہ عنہ
 ولینا عبدالرحیم صاحب المکتبۃ علوم مشرقیہ دارالعلوم پشاور
 المکتبۃ المشرقیہ
 المطال مکین (دارالارشاد والترجمہ)
 ششمینیری بازار لاہور

ایم ای غفرلہ مکین لاہور
 تاجران کتب اسلامیہ دبیہ
 ۱۳۸۶ھ
 تہذیب و تمدن

قیمت چھ روپے



بار اول

مطبوعات الحلال ایک انجمنی لاہور

(۱) **اسوہ حسنہ** ترجمہ بڑی الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں المعاد فی جہنم فی العباد صلی اللہ علیہ وسلم (تسلیف ملاحظہ فرمائیے) اسوہ حسنہ کا ترجمہ مولانا عبد الرزاق علیہ السلام نے نہایت سلیس اور عام فہم اردو میں کیا ہے۔ اسوہ حسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری پر ایک نہایت جامع اور بے نظیر کتاب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ تھا۔ آپ مادی اور روحانی اصلاح و سعادت کے لیے (بقوا بعد اپ) ساتھ لائے جو جنبہ قرآنی اصول تھے بن کی پیروی پابندی سے سلف صالح ترقی و تمدن عظمت و شوکت کی مزاج تک پہنچے اور جن کے ترک بہر ان نے مسلمانوں کو آج اس بندگی سے اس پسپی میں لا کر آیا اور جہانگیری و جہانیاں کے بد اختیار کا غلوم و غلام بنا دیا۔ اسوہ حسنہ میں نہ صرف جنگوں اور غزوات کے حالات بلکہ آپ کے اخلاقی و معاشرتی اور انسانی حالات کی تفصیل کر کے اسوہ خوبی کو کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا ہے، تاکہ مسلمان زندگی کے ہر شعبہ میں صحیح ہدایت کا کام لے سکیں۔ قیمت جلد ۱۰ روپے بلا جلد ۵

(۲) **اصحاب صفہ** تصنیف امام ابن تیمیہ (ترجمہ مولانا عبد الرزاق علیہ السلام) اس سال میں نہایت صحیح اور مستند روایات سے ثابت کیا گیا ہے، اصحاب صفہ قادیان میں کتنے تھے، انکی وجہ معاش کیا تھی؟ اور یہ جو جہلا میں مشہور ہے کہ وہ تمام عباہ سے فضل تھے، دقت وغیرہ آلات موسیقی یا قوالی کی آواز پر وجہ کرتے تھے تا لیل جاتے اور ناچا کرتے تھے یا انہوں نے مشرکین کے ساتھ ہو کر مومنین کے خلاف جنگ کی، تو ان روایات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ نیز اولیاء اللہ، قلب، ابدال، قلندر، نذر، منت، رقص و سرود وغیرہ

اہم مبادی کی نسبت نہایت تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ قیمت ۱۰ روپے۔
(۳) **العزوة الوثقی** (از امام ابن تیمیہ) نافع و مخلوق کے درمیان واسطہ و وسیلہ کی ضرورت، کتاب سنت ہے واسطہ کی حقیقت اور مطلوب و مفہوم کی تشریح، نافع و مخلوق اور بادشاہ و رعایا کے مابین واسطہ کا فرق، فقہ بلیغ شفاعت، اسلوب دما، اسلام کی خالص توجہ، کتاب و سنت کی شرک سوز تعریحات اور مسلمانوں کے عقاید و اعمال میں غیر اسلامی عناصر کی جو اسوہ سنگ آمیزش ہو گئی ہے، ان کے معلوم کرنے کے لئے اس بے نظیر رسالہ کی زیادہ سے زیادہ اکتاف کی ضرورت ہے۔ قیمت ۱۰ روپے۔

(۴) **تفسیر سورۃ الکوتر** (مصفیہ امام ابن تیمیہ) ترجمہ مولانا عبد الرزاق علیہ السلام سبحان اللہ سورۃ کو قرآن اس کی تفسیر کیا یہی خوب ہے، شہید ایمان علوم کتاب و سنت کے لئے خود کو شر و سلسیل کا حکم رکھتی ہے شیخ نے چند سطروں میں ایک دفتر معانی سمیٹ کر رکھ دیا ہے، کوڑہ میں دریا فطر آتا ہے۔ اس کے ملاوٹ

نئے نئے نکات و معانی نکلتے ہیں۔ نہایت عجیب چیز ہے۔ قیمت ۱۰ روپے۔

(۵) **المطہ اسلام** (مصفیہ امام ابن تیمیہ) مجتہدین کرام کے اجتہاد پر مفصل بحث۔ قیمت ۱۰ روپے۔

(۶) **خلاف الامۃ** (از امام ابن تیمیہ) امت کے اختلاف کے متعلق تنقیدی بحث۔ قیمت ۱۰ روپے۔

پٹنہ لاہور ۱۹۱۰ء ایکسپریس کشمیری بازار لاہور

فہرست مضامین کتاب تفسیر المعوذتین

صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
	فصل چہم		الف	فہرست مضامین	۱
	مستغاث منہ کے اقسام		۱	مقدمہ	۲
۱۹	تفصیل	۲۳	۳	باب	
۲۱	سیئات اعمال	۲۴	۴	تفسیر المعوذتین	۳
	فصل مشتم		۵	فصل اول	
	اسباب شرک کا مبدا و منشاء		۶	ما جاء فی الحدیث،	۴
۲۲	شرکی چار قسمیں	۲۵	۷	شان نزول،	۵
	فصل ہفتم		۸	خواص،	۶
	شروہ جن کا منہ تین میں ذکر ہے		۹	تخص مضامین،	۷
۲۳	افعال اللہ فی معرض	۲۶	۱۰	فصل دوم	
۲۴	انساب شر	۲۷	۱۱	استعاذہ	
۲۴	شر امر نبی ہے	۲۸	۱۲	معانی،	۸
۲۵	امر نبی کی مثال	۲۹	۱۳	مثال،	۹
۲۶	مسئلہ تفسیر کا راز	۳۰	۱۴	ایک سوال،	۱۰
۲۷	حکمت باللہ	۳۱	۱۵	جواب،	۱۱
۲۸	مشاہدہ	۳۲	۱۶	منصب سالت،	۱۲
۲۸	تہدید	۳۳	۱۷	فصل سوم	
۳۰	میدان قیامت	۳۴	۱۸	مستعاذہ	
	فصل ہشتم		۱۹	معانی	۱۳
	خیر الکلام اور خیر العباد کا تنزیہ تقاضی		۲۰	کلام اللہ فی محذوق،	۱۴
۳۱	فات باری تعالیٰ	۳۵	۲۱	فصل چہم	
۳۱	حدیث نبوی م	۳۶	۲۲	مستعاذہ	
۳۱	شرکی اضافات	۳۷	۲۳	معانی و اقسام شر	۱۵
۳۲	پہلی صورت	۳۸	۲۴	شر اور اسکی حقیقت؟	۱۶
۳۲	دوسری صورت	۳۹	۲۵	عالم اسباب	۱۷
۳۲	حضرت خضر علیہ السلام کا تنزیہ	۴۰	۲۶	تتمیل	۱۸
۳۳	حضرت ابراہیم کا تنزیہ	۴۱	۲۷	نوال نعمت کے اسباب	۱۹
	باب		۲۸	شر کا مفہوم	۲۰
	تفسیر سورۃ الفلق		۲۹	سورۃ یٰسین صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا استعاذہ	۲۱
	— + —		۳۰	سورۃ یٰسین صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا استعاذہ	۲۲

ب

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین	نمبر شمار
۵۱	جاود ایک عارضہ ہے	۶۲	فصل اول	
۵۳	منکرین سحر کا رد	۶۳	شرکی پہلی قسم	
۵۳	سحر و مسح کی تحقیق	۶۴	استعاذہ من شر باطنی	۴۲
۵۴	سحر بمعنی جن	۶۵	استعاذہ من شر	۴۳
۵۵	منکرین کے قول کا رد	۶۶	فصل دوم	
	فصل ہفتم		شرکی دوسری قسم	
	جاود کا اثر مسلم ہے	۳۷	استعاذہ من شر غایق	۴۴
۵۶	قال اللہ وقال الرسول	۶۷	غاسق کے صفاتی	۴۵
۵۶	صحابہ اور سلف کا مذہب	۶۸	نماش سے مراد پانہ	۴۶
۵۸	منکرین تاثیر سحر کا رد	۶۹	اذا و قب کے معنی	۴۷
	فصل ہشتم		فصل سیم	
	شرکی چوتھی قسم		رات اور چاند سے استعاذہ کی حقیقت	
۵۹	استعاذہ من شر عاصد	۷۰	رات کی تاریکی	۴۸
۵۹	حد کا اثر مسلمہ ہے	۷۱	دن کی روشنی	۴۹
۶۰	نظر بد کا اثر	۷۲	فصل چہارم	
۶۱	عالم اجسام اور عالم ارواح	۷۳	استعاذہ بربا للفق کے اسلوب	
۶۱	عالم ارواح کا مشاہدہ	۷۴	نور اور ظلمت	۵۰
۶۱	پہلی مثال	۷۵	تقابل ایمان و کفر	۵۱
۶۲	دوسری مثال	۷۶	فصل پنجم	
	فصل نہم		تفسیر المثلث	
	عائن اور عاصد میں اشتراک و افتراق	۷۷	خلق بمعنی پھوٹنا	۵۲
۶۳	قوت مقناطیسی	۷۸	خلق بمعنی لزوم علی گی۔	۵۳
۶۵	ہلک نظر کے اسباب و اثرات	۷۹	فصل ششم	
۶۵	نظر بد ایک حقیقت ہے	۸۰	شرکی تیسری قسم	
۶۶	نظر بد اور تقدیر	۸۱	استعاذہ من شر الغفائات	۵۴
۶۶	عائن بھی عاصد ہے	۸۲	سوال	۵۵
۶۷	جاود اور حسد	۸۳	جواب	۵۶
۶۷	مريضع سورتین	۸۴	واقفہ سحر لہی علی اللہ علیہ وسلم	۵۷
۶۷	ساحر اور ساس کا عمل	۸۵	جلی سے تخرج سحر	۵۸
۶۸	نوی تر جاود	۸۶	سناقص روایات	۵۹
	فصل دہم		منکرین کا قول	۶۰
	استعاذہ من شر عاصد اذا حد	۸۷	اہل علم کی رائے	۶۱

نمبر شمار	مضامین	صفحہ	نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۸۶	سحافی	۶۹	۱۱۰	چوتھا فرقہ: اہل حق	۱۱۰
۸۷	سورۃ فلق کا خلاصہ	۷۰		بامعنی	
۸۸	ساحرا و شیطان	۷۰	۹۲	تفسیر سورۃ الاحقاف	۹۲
۸۹	شیطان کی عبادت	۷۱	۹۳	استعاذہ بربان من	۹۳
۹۰	عبادت لغیر اللہ	۷۱		فصل اول	
	فصل یازدہم			مستحقین اور مستحقہ نماز مند	
۹۱	حاکم کے شر پر انوار کی قیہ		۱۱۲	امعانی	۱۱۲
۹۲	ایک نکتہ	۷۲	۱۱۳	رب کی تفسیر	۱۱۳
۹۳	سیرین اور حاسد	۷۲	۱۱۴	ملک کی تفسیر	۱۱۴
۹۴	حسد کے مراتب	۷۳	۱۱۵	اللہ کی تفسیر	۱۱۵
۹۵	جائے پناہ	۷۳	۱۱۶	آقرآن کا اسلوب	۱۱۶
	فصل دوازدہم		۱۱۷	مختصر کلام	۱۱۷
	حاکم کے شر کا دغیبہ		۱۱۸	بامعنی ثلاثہ	۱۱۸
۹۵	پہلا سبب: استعاذہ باللہ	۷۴	۱۱۹	رب العالمین کا مقصد	۱۱۹
۹۶	دوسرا سبب: حقیقت الہی اور اہم بالمعروف اور		۱۲۰	ملک الہی کا مقصد	۱۲۰
	نہی عن المنکر پر عمل		۱۲۱	اللہ الہی کا مقصد	۱۲۱
۹۷	تیسرا سبب: الصبر علی عذوبہ	۷۸		سیر	
۹۸	چوتھا سبب: توکل علی اللہ	۷۸		سورۃ شمس اور سورۃ ناس کا مقصد	
۹۹	پانچواں سبب: غلبہ فکر کو حسد سے غلبہ	۸۰	۱۲۲	دنیا دینی اور دوزخ	۱۲۲
۱۰۰	چھٹا سبب: رضا کے الہی کی تلاش میں استغفار	۸۱		فصل سوم	
۱۰۱	ساتواں سبب: گناہوں کا استغفار کی تحریر	۸۳		دوسواں کی تفسیر	
۱۰۲	آٹھواں سبب: عمدہ اور نیکی کا عمل لازم کر دینا	۸۴	۱۲۳	لفظی اور اصطلاحی معنی	۱۲۳
۱۰۳	نواں سبب: آتش حسد کو احسان سے بجھانا	۸۵		فصل چہارم	
۱۰۴	دسواں سبب: عالم اسباب کو نظر انداز کر کے			الحق اس کی تفسیر	
	خالق حقیقی کو نفع و ضرر کا مالک کہنا		۸۸	خدا اس کے معنی	۱۲۴
۱۰۵	استحضار مافات	۹۰	۱۲۵	سیرین کا شیطان	۱۲۵
	فصل سیزدہم			فصل خیم	
	سورۃ فلق کا چھل			تفسیر الذی یؤدی بوسوس فی صدق اللہ اس	
۱۰۶	پہلا فرقہ: متکلمین مادہ پرست	۹۰	۱۲۶	شیطان کا مقصد	۱۲۶
۱۰۷	دوسرا فرقہ: معتزلہ وغیرہ	۹۱	۱۲۷	شیطان کا نفوذ	۱۲۷
۱۰۸	تیسرا فرقہ: کاسن وغیرہ	۹۱	۱۲۸	دلائل نفوذ شیطان	۱۲۸
۱۰۹		۹۱	۱۲۹	بوسوسہ کی حقیقت	۱۲۹

صفحہ	مضامین	نمبر شمار	صفحہ	نمبر شمار
	فضل ہشتم			
	شیطان کے شر کا بغیر	۱۵۲	۱۰۴	۱۳۰
۱۴۰	اسباب بگاڑ	۱۵۲	۱۰۴	۱۳۱
۱۴۰	پہلا سبب: استغناء یافتہ	۱۵۳		
۱۴۱	دوسرا سبب: استغناء بالمعنویتین	۱۵۴	۱۰۵	۱۳۲
۱۴۱	تیسرا سبب: آیت الکرسی کا ورد	۱۵۵	۱۰۶	۱۳۳
۱۴۲	چوتھا سبب: سورہ بقرہ کا ورد	۱۵۶	۱۰۷	۱۳۴
	پانچواں سبب: سورہ بقرہ کے خاتمہ	۱۵۷	۱۰۸	۱۳۵
۱۴۲	کی ایک			
۱۴۳	چھٹا سبب: سورہ حم المؤمن کی ابتدائی آیات	۱۵۸	۱۰۸	۱۳۶
۱۴۳	ساتواں سبب: منہن و غلیفہ	۱۵۹	۱۰۸	۱۳۷
۱۴۴	آٹھواں سبب: ذکر الہی	۱۶۰	۱۰۸	۱۳۸
۱۴۴	حضرت یحییٰ کی یادگار نصیحت	۱۶۱	۱۰۹	۱۳۹
۱۴۵	نماز پڑھو	۱۶۲		
۱۴۵	روزہ رکھو	۱۶۳		
۱۴۵	صدقہ دو	۱۶۴	۱۰۹	۱۴۰
۱۴۵	اللہ کی یا میں مشغول	۱۶۵	۱۱۰	۱۴۱
۱۴۵	رسول اکرم کی نصیحت	۱۶۶	۱۱۰	۱۴۲
۱۴۶	نواں سبب: غصہ کو ضبط کرنا	۱۶۷	۱۱۱	۱۴۳
۱۴۷	دسواں سبب: فضول اور لغو سے احتراز	۱۶۸	۱۱۲	۱۴۴
	فضل ہشتم			
	مخالفت			
۱۴۰	مخالفی	۱۶۹	۱۱۵	۱۴۵
۱۴۰	لوگوں کی تنہیں	۱۷۰		
۱۴۰	قسم اول: بمنزلہ غذا	۱۷۱		
۱۴۰	دوسری قسم: بمنزلہ اودبہ	۱۷۲	۱۱۵	۱۴۶
۱۴۱	تیسری قسم: بمنزلہ مرض	۱۷۳	۱۱۷	۱۴۷
۱۴۲	چوتھی قسم: بمنزلہ ہلاکت	۱۷۴	۱۱۸	۱۴۸



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اکابر اُمت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن حکیم کی تفسیر میں حضرت شیخ الاسلام امام بن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگرد رشید حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ اصول و مبانی کو جس حد تک پیش نظر رکھا ہے اور ٹھیک ٹھیک استعمال کیا ہے، انکی تفسیر گزشتہ چھ سات سو سال کی اسلامی تصانیف میں کہیں نہیں ملتی۔ یعنی یہ کہ ان بزرگوں کی عام تصانیف کو ملی العموم اور تفسیری تصانیف کو ملی الخصوص اسلامی حلقوں میں بڑی قدر و منزلت حاصل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ امام ابن تیمیہ نے قرآن حکیم کی ایک مکمل اور مبسوط تفسیر لکھی تھی جو دست بردارانہ کی نندہ ہو گئی اور آج چند ٹکڑوں کے سوا بقیہ پیش ہمارے ذخیرہ میں سے ہمارے پاس کچھ بھی نہیں۔ مثلاً تفسیر سورہ نور، تفسیر سورہ احکام، اور تفسیر سورہ کوثر وغیرہ۔ حافظ ابن قیم، عام تصانیف میں بھی اور تفسیری تصانیف

میں بھی اپنے شیخ و استاد کا نہایت صحیح اور مکمل پُر تو تھے یہی وجہ ہے کہ انکی تصانیف کو بھی امام ابن تیمیہؒ کی وسعت علم و نظر اور اجتہاد فکر و خیال کا ایک بدیع کرشمہ سمجھا جاتا ہے۔ امام موصوفؒ نے قرآن حکیم کی دو آخری سورتوں یعنی ”معوذتین“ کی ایک مختصر سی تفسیر لکھی تھی جو رسائل کبرے میں چھپ گئی ہے حافظ ابن قسیمؒ نے فرقہ فضیلت کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے معوذتین کی تفسیر کے متعلق ایک مستقل کتاب لکھی جس میں ان سورتوں کے تمام حقائق و معارف کو نہایت صاف، واضح، عمدہ اور سہل انداز میں بیان فرما دیا۔ جو کتاب اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے، یہ حافظ رحمۃ اللہ علیہ کی محولہ بالا کتاب کا اردو ترجمہ ہے اور اس غرض کو پیش نظر رکھ کر ترجمہ کر دیا گیا ہے کہ اردو داں اصحاب بھی اس نادر ذخیرہ حقائق و معارف سے آگاہ ہو سکیں۔ کتاب کے مباحث کے متعلق کچھ عرض کرنا تحصیل حاصل ہے اسلئے کہ اصل کتاب سامنے ہے۔

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قسم کی بہت سی کتابوں کے چھپوانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہماری اس ناچیز اسلامی خدمت کو شرف قبول بخشے۔ ع

ویرحم اللہ عبداً قال امیناً

عبد العزیز نقوی

لاہور
۱۹۔ دسمبر ۱۹۲۶ء

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

أَحْمَدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُولِهِ مُحَمَّدٍ وَآلِهِ أَجْمَعِينَ

بَابُ (١)

تفسير المَعْوِذَتَيْنِ

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ١	قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ١
النَّاسِ ٢ إِلَهٍ النَّاسِ ٣ مِنْ	مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ٢ وَمِنْ شَرِّ
شَرِّ الْوَسْوَاسِ ٤ الْخَنَّاسِ ٥	غَاسِقٍ إِذَا وَقَبَ ٣ وَمِنْ شَرِّ
الَّذِي يُوسَسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ ٥	النَّفْثَاتِ فِي الْعُقَدِ ٤ وَمِنْ شَرِّ
مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ٦	حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ٥

فصل اول

ما جارفی الحدیث

شان نزول

امام مسلم نے اپنی صحیح میں عقیقہ بن عامر سے روایت کی ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”کیا تم کو وہ آیتیں معلوم نہیں جو حج کی رات نازل ہوئیں اور جن کی مثال اس سے پہلے نہیں دیکھی گئی۔ وہ آیتیں یہ ہیں: **قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** اور **قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ**۔“ ایک دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں: ”آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عقیقہ مذکور سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا میں تمہیں وہ کلمات بتاؤں جو ان تمام کلمات سے بہتر ہیں جن کے ذریعہ سے کبھی کسی پناہ مانگنے والے نے پناہ مانگی ہو۔“ عقیقہ کہتے ہیں: میں نے عرض کیا: ہاں یا رسول اللہ! ضرور فرمادیجئے۔ آپ نے فرمایا: **قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ** اور **قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ**۔“

ترمذی نے عقیقہ بن عامر سے ایک روایت درج کی ہے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہر ایک نماز کے بعد **مُعَوَّذِیْنِ** (سورۃ فلق اور سورۃ ناس) پڑھے کا حکم دیا۔ ترمذی، نسائی، اور ابو داؤد میں عبد اللہ بن حبیب سے روایت ہے کہ ہم ایک اندلیسری رات میں جبکہ بارش ہو رہی تھی ایسے اپنے گھروں سے نکلے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کریں۔ ہم آپ کی حضور میں پہنچے تو اڑا ہوا کہو (کیا کام ہے؟) میں چپ ہلہ آپ نے پھر فرمایا کہو: آپ میں پھر بھی چپ؟ تو آپ نے یوں اڑا دیا فرمایا: ”صبح و شام قل ہو اللہ احد اور **مُعَوَّذِیْنِ** پڑھا کرو تم ہر ایک قسم کے شر سے محفوظ رہو گے۔“ ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کے نام سے موسوم کیا ہے۔

علم ترمذی کی اصطلاح میں حسن اس حدیث کو کہنے میں جبکہ احادیث روایت ایک ہی روایت کی روایت تک محدود نہ ہو کہ اس شخص کو مختلف روایتوں سے روایت کیا ہو بشرط اس کے کہ جیسی حدیث کا مضمون ایک ہی راوی نے بیان کیا تھا تو اس کو حدیث غریب کہتے ہیں۔ منہزم

نیز ترمذی نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنوں کے شر سے اور آدمیوں کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے، لیکن جب معوذتین نازل ہوئیں تو آپ نے انہی کا پڑھنا یا معمول بنالیا اور دوسری تمام عبادتوں کو چھوڑ دیا۔ ترمذی کا قول ہے کہ یہ حدیث عربیہ ہے اور اسی کے ہم معنی ایک حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔

خواص

صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سو جانا چاہتے تھے تو قل ہو اللہ احد اور معوذتین کو پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر چھو تھے جس کے بعد اپنے منہ پر اور اپنے جسم کے تمام حصوں پر جہاں تک آپ کا دست مبارک پہنچ سکتا تھا پھیر لیتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ پہلے موئے تو آپ نے مجھ کو ایسا کرنے کا حکم دیا۔ میں کہتا ہوں رعنا فظ ابن العقیم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت یونس نے بروایت زہری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حدیث کا آخری حصہ اسی طرح نقل کیا ہے۔ لیکن امام مالک نے بروایت زہری اس طرح نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوتے تھے تب بھی معوذتین پڑھ کر اپنے اوپر دم کرتے تھے، لیکن جب آپ سخت بیمار ہوئے تو میں آپ کی طرف سے یہ سورتیں پڑھ کر خود آپ کے دست مبارک پر چھونک کر اس کو آپ کے جسم پر پھیر دیا کرتی تھی جس سے میرا مقصد حصول برکت تھا۔ اسی طرح معمر نے بھی زہری سے اسی کے موافق روایت کی ہے۔

معمر کی یہ روایت صحیح بخاری میں ہے اور یہی روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از خود یہ فعل کیا کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ البتہ ایسا کرنے سے منع بھی نہیں فرمایا۔ لہذا اس حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے جھاڑ پھونک کی درخواست کی۔ ممکن ہو کہ بعض راویوں نے اس کی روایت بالمعنی کی ہو اور راوی کا یہ خیال ہو کہ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے علم سے ایسا کرنی تجویز اور آٹ نے کچھ اعتراض نہیں فرمایا، اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ نے جھاڑ پھونک کرائی۔ اور یہ بھی ممکن ہو کہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو صرف اتنا حکم دیا ہو کہ وہ آپ کے جسم مبارک پر آپ ہی کا ہاتھ پھیر دیا کریں، کہوں کہ آپؐ (آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم) مرض سے کمزور ہو جانے کے باعث اپنے جسم کے تمام حصوں پر اپنا ہاتھ نہیں پھیر سکتے تھے۔ اس لیے آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو حکم دیا کہ وہ اس بارے میں آپؐ کی مدد کریں۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حضرت عائشہؓ نے اپنا ہاتھ حضرت کے جسم مبارک پر پھیرا۔

تلیخ مضامین

ہر کیف یہاں پر مقصود ان دونوں سورتوں کا عظیم نفع بیان کرنا ہے اور یہ کہ ہر شخص کے لئے ان کا سیکھنا لازم ہے۔ جادو، نظربد اور ہر ایک قسم کا تدریج کرے کے لئے ان میں ایک عجیب و غریب تاثیر رکھی گئی ہے۔ اگر کسی آدمی کو اپنا تنفس قائم رکھنے اور کھائے پینے کی ضرورت ہو تو ان سورتوں کا سیکھنا اور ان کے ذریعے سے ہر ایک قسم کے شر سے بچاؤ مانگنا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔

ان دونوں سورتوں کا مضمون استعاذہ (پناہ مانگنا) ہے جس کے متعلق تین باتوں کا سمجھنا اور یاد رکھنا لازم ہے:-

(۱) استعاذہ یعنی پناہ مانگنا۔

(۲) مستعاذہ یعنی جس کے ساتھ پناہ لی جاتی ہو۔

حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسوکلین کی بعض علامات بیان کرے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ وہ جھاڑ پھونک جس کرانے۔ حال کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغینا ست التوکلن تھے، اس لیے مصنف علیہ رحمۃ اس سے آپؐ کو مری قرار دیا جاتے ہیں اور ان کے استعاذہ طول کلام کا حاصل یہی ہے۔ مترجم

(۳) منعاً و منہ یعنی جس سے پناہ لی جائے۔

ان نینوں کی تفصیل معلوم کر لینے سے تم کو ان نوروں کی اہمیت واضح ہو جائیگی، اس لیے ان کی تشریح کے لیے الگ الگ بحث کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

فصل دوم

استعاذہ

معانی

اس لفظ کا مادہ عوذ ہے جس کا مفہوم اُفت میں بہہ ہو کہ کوئی چیز جس کو تم پسند نہیں کرتے ہو اُس سے بھاگ کر کوئی ایسی پناہ ڈھونڈو جو اُس کے شر سے تم کو بچائے۔

مثال

ایک لڑکا چلا جا رہا ہو، سانے سے کوئی دشمن اُس کو مار ڈالنے کی غرض سے تلوار میان سے کھینچ کر اُس پر حملہ کرنے کیلئے چل پڑتا ہو۔ لڑکا یہ حالت دیکھ کر خوف زدہ ہو کر بھاگنا شروع کرتا ہو، راستے میں اُس کو ایسا شفق باب دکھائی دیتا ہو، جسے دیکھتے ہی وہ اُس سے چمٹ جاتا ہو۔ اور سات کے لیے اُس کا نام ترہمہ و سہ اپے والد مہرباں کی شفقت اور قوّتِ مدافعت پر ہوتا ہو۔ اسی طرح ایک مسلمان اپنے دشمن ایمان سے بھاگ کر اپنے حیم خدا کی پناہ ڈھونڈتا ہو۔ بالیں ہمد یہ تمام تشریح صرف سمجھانے کیلئے ہے، ورنہ اسکی حقیقت کی تعبیر سے الفاظ قاصر ہیں۔ استعاذہ کے وقت بس ایک مومن صادق کے دل پر تدلّ التجا اور تضرع کی جو خاص کیفیت طاری ہوتی ہو، وہ اپنے آپ کو اپنے رب تبارک تعالیٰ کے سامنے محض بے اختیار سمجھتا ہو۔ اور اسکی تمام تر نظر خدا کی قدرت کا ملکہ کی

عمل اس کے بعد صاف غلامی عود کے مشتقات کو بیان کرنا مفہوم میں استعمال کرنے کی تائید میں ایک حدیث بیان کی ہے، پھر اہل ماہ کے مفہوم پر بحث کرتے ہوئے اہل سنی اور اہل شیعہ میں تطبیق پیدا کرنے کی قابل قدر کوشش کی ہے۔ جس کا بالاستیعاب اہل کرام باطن کے لئے جہاں دل جیبی کا موجب میں ہوگا۔ مترجم

کار سازیوں اور محبت شاملہ کے کرشموں پر ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسی کیفیت ہے جس کا اظہار لفظ اور عبارتوں میں نہیں ہو سکتا بلکہ اس کا تعلق ذوق اور وجدان سے ہے۔ اسی طرح مومن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی حقیقی محبت اور اس سے ٹٹ و جلال اور مصیبت کی جو کیفیت پیدا ہوتی ہے اس کا اور کچھ بھی وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے دل میں یہ کیفیتیں پیدا ہو چکی ہوں۔ مصنف اور بیان کا یہاں کچھ کام نہیں۔ چنانچہ اب کمسن لڑکا حالات بعد از بلوغ کا صحیح ادراک نہیں کر سکتا۔

ایک سوال

یہ ایک معلوم بات ہے کہ جہاں کلام پاک میں یہ ارشاد ہوا ہے کہ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ اِسْمِی تعمیل اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کے کہنے سے ہوگی، نہ کہ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنے سے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ مؤذنین کے قُلِ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْعَلٰی اور قُلِ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ کی تعمیل کرتے ہوئے قُلِ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْعَلٰی اور قُلِ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ الخ کہا جاتا ہے؟

جواب

یہی سوال بعینہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا جس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا قُلِ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ مجھ سے یہی کہا گیا اور میں نے اسی طرح کہا۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسلئے ہم بھی اسی طرح کہتے ہیں جس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تھا۔ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ نیز صحیح بخاری میں ہے کہ زر بن حبیش، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے اس طرح مخاطب ہوا کہ اے ابوالمنذر! آپ کا بھائی ابن مسعود رضی اللہ عنہ تو کچھ اور

اس کے بعد علامہ نے استعاذہ اور استغفار کی لفظی تحقیق کے سلسلہ میں ان کے وہاں ایک دقیق مافرق ہے جس کا سمجھنا عوامیت میں ماہر ہونے کے بغیر دشوار ہے۔ میں نے جو اس لفظی تحقیق کو نظر انداز کرتے ہیں۔ مستخرج
عقل یعنی تعمیل ارشاد کرتے ہوئے ہی قُل کا لفظ حذف ہوا تھا کیا جاتا تھا ایک قرین قیاس یہ ہے کہ اس کو حذف کیا جائے۔ مترجم

کتاب

ابن بن کعبؓ نے کہا کہ میں نے ان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مجھ سے یہی کہا گیا ہے کہ کہو اور میں بھی یہی کہتا ہوں کہ کہو۔ ایسے ہی جو اس

طرح کئے ہیں جیسے کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا

الغرض اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا مخلص یہ ہو کہ کچھ بجا گاہ انہی سے یہی ارشاد
ہوا ہو کہ قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْقَلْبِ اَلَمْ اَرْسَلْ اَنْذَرْتُ النَّاسَ الْاَوَّلَ اَسَلَيْتُمْ فِيْ اَنْهٰی الْاَفَا
ہیں کہنا ہوں جن الفاظ میں مجھ سے کہا گیا اس میں راز یہ ہو کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
قرآن کریم کی تبلیغ میں اپنی طرف سے کچھ بھی تصرف نہیں کیا، بلکہ جو الفاظ اللہ تعالیٰ کی جانب
سے آپ پر القا کیے گئے وہی الفاظ آپ نے بغیر کسی تصرف کے اپنی امت کو پہنچا دیئے
اور جو کہ وہ الفاظ جو آپ پر نازل ہوئے یہی تھے کہ قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْقَلْبِ اَلَمْ اَرْسَلْ
اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ، ایسے کہ تبلیغ کا پورا حق اسی طرح ادا ہو سکتا تھا کہ آپ بعینہ انہیں
الفاظ کو دہرا دیتے، چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ آپ کے ان الفاظ سے کہ مجھ سے یہی
کہا گیا کہ کہو اور میں نے وہی کہا۔ یہی مراد ہو جس کا خلاصہ یہ ہو کہ میں اپنی طرف سے
ایک حرف بھی گھٹاتا اور بڑھاتا نہیں ہوں۔ بلکہ کچھ بجا گاہ کبیرا سے ارشاد ہوتا ہو کہ
اُسی کی تبلیغ کرتا ہوں۔

منصب ریالت

اس میں معتزلہ اور جہیہ کے قول کی واضح طور پر تردید کی گئی ہے، جن کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کو اس حضرت علیؑ علیہ السلام نے اپنی عبارت اور اپنے الفاظ میں ادا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس حضرت علیؑ علیہ السلام نے ارشادات الہی کو انہیں الفاظ میں

عبد بن سید رضی اللہ عنہ کا قول تھا کہ چون کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیغمبر مقرر کیا ہے اور اس کے کفر کرنے سے منع کیا ہے اس لئے اس الشفاء فی تمییز حدیث نقل ہے ہوئی یعنی ان حضرت اعلیٰ اللہ علیہ وسلم کو اور ہرگز نہ کہل اور اس کے لئے اسوۃ رب الفلق الحمد اور الحق رب الناس الحمد کہنا ہوگا کہ ترجمہ اعلیٰ یعنی شہید بن کر گیا تھا کہ میں خدا عرف رب الفلق الحمد اور قل اعرف رب الناس کے بجائے اعرف رب الفلق الحمد اور اعرف رب الناس کہنا چاہیے کہ ترجمہ اعلیٰ یعنی جبر جبر کا بانی بن کہتے تھے کہ قول ہے ۱۰۸

المعوزين ٢

اودکیا ہو جن الفاظ کے ساتھ اُن پر وحی نازل ہوئی۔ یہاں تک کہ جب آپ سے کہا گیا کہ قُلْ تو آپ نے بھی اُسی امر کا اعادہ کیا اور کہا قُلْ۔ کیوں کہ آپ محض مبلغ اور رسول تھے جن کا منصب ”رسالت“ کا صحیح صحیح پہنچانا ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ اپنی جانب سے اُس کے الفاظ میں کسی قسم کا تصرف یعنی رد و بدل کریں۔

فصل سوم

مستعاذ بہ

معانی

جس کے ساتھ پناہ لی جاتی ہو اُسے مستعاذ بہ کہتے ہیں۔ وہ صرف اللہ تعالیٰ واحد لا شریک ہو جس کی قدرت سے پو پو پستی ہو اور وہ تمام لوگوں کا پرورش کرنے والا، اُن کا بادشاہ اور معبود ہو اُس کے بغیر اور کوئی جائے پناہ نہیں، پناہ مانگنے والوں کو وہی پناہ دیتا ہو اور ہر ایک چیز کے شر سے جس سے وہ پناہ مانگتے ہیں ان کو بچاتا ہو، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس حقیقت سے اپنے بندوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ جو کوئی اس کو چھوڑ کر کسی مخلوق سے پناہ مانگتا ہو وہ کبھی اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہوتا، اور مستعاذ بہ کے لئے اس کا یہ فعل تمرو اور طغیان کا موجب ہوتا ہے، چنانچہ مومن جنوں کی زبان سے سورۃ البجن میں منقول ہے:-

اور بے شک بنی آدم کے کچھ لوگ بعض جنوں سے پناہ مانگتے تھے جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ اُس سے جنوں کی سرکشی بڑھ جاتی تھی۔	وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ يَقُولُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَرَّادُوهُمْ هَفَافًا
--	--

(۶: ۷۲)

اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ نہ مانہ جاہلیت میں جب کسی مسافر کو بیابان کی کسی انسان

جگہ میں رات بسر کرنے کا اتفاق ہوتا تھا تو وہ جنوں کو اُس علاقہ کا متصرف اور مختار سمجھ کر یہ الفاظ زبان پر لاتا تھا کہ اعوذ بستید هذا الوادی من شر سفهاء قوم میں اس دودی کے سردار کو اپنا جائے پناہ سمجھ کر اس قوم کے بد معاشوں کی شرارت سے اُس کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں۔ اہل جاہلیت کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے آدمی اپنی رات امن و امان سے بسر کر سکتا ہو اور اُس کو کسی قسم کا گزند نہیں پہنچتا۔ اس خیال کو شائع دیکھ کر جنوں کے دل میں ایک طرح کا غور اور سرکشی پیدا ہوتی تھی اور وہ کہتے تھے کہ بنی آدم اور جنوں پر ہم کیسا حکومت کرتے ہیں۔

کلام اللہ غیر مخلوق

ایک حدیث میں اُن حضرت علیؑ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے اعوذ بحکلمات اللہ الثامات کہیں اللہ تعالیٰ کے اُن کلمات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جو طرح سے کامل ہیں۔ اہل سنت نے اس حدیث سے استدلال کر کے یہ دعوے کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے۔ کیوں کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہایت بعید ہے کہ وہ کسی مخلوق کے ساتھ پناہ مانگیں، پناہ پناہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ اعوذ برضاك من سخطك و بما فاتك من عقوبتك۔ بارضایا! میں تیری رضا مندی کے ساتھ تیری خوشی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور تیرے عذاب کے مقابلے میں تیری بخشش اور معافی کو جائے پناہ ٹھہراتا ہوں۔ اس بات کی دلیل ہے کہ رضا اور عفو کا شمار اللہ تعالیٰ کی صفات کاملہ میں ہے اور ہر ایک صفت ان میں سے غیر مخلوق ہے۔ علیٰ ہذا القیاس آپ کا یہ قول کہ اعوذ بعزّة الله و قدرة (میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور اُس کی قدرت کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں) اور اعوذ بنور وجهك الذي اشرف له الظلمت (میں تیری ذات پاک کے نور کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جس کے سامنے تمام تاریکیاں روشنی سے بدل جاتی ہیں) ان فرض جس چیز کے ساتھ آپ نے پناہ طلب کی ہے وہ یقیناً غیر مخلوق ہوگی جو اللہ تعالیٰ کی

ذات اور اُس کی صفات کاملہ کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ سورہ فلق اور سورہ ناس میں جن اسمائے حسنیٰ کو مستعاذ بہ بتایا گیا ہے وہ رب۔ ملک اور اللہ کے الفاظ ہیں۔ نیز ربوبیت کی اضافت فلق (صبح کی روشنی) اور ناس (لوگ) کی طرف کی گئی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں میں اپنے جو اوصاف بیان فرمائے ہیں وہ مستعاذہ مطلوبہ کے ساتھ گہری مناسبت رکھتے ہوں گے۔ کیوں کہ ہم نے اپنی تصنیفات میں بار بار اس بات کو واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو جب اس کے اسمائے حسنیٰ سے پکارا جائے تو ہمیشہ یہ نکتہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ مدعا اور مطلوب کی مناسبت سے کوئی مناسب اسم پاک استعمال کیا جائے۔

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سورتوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ کسی پناہ مانگنے والے کو ان جیسے کلمات کے ساتھ پناہ مانگنا نصیب نہیں ہوا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جن اسمائے پاک کے ساتھ ان سورتوں میں استعاذہ کیا گیا ہے ان کو حصولِ مطلوب کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ مستعاذہ منہ پر بحث کرتے ہوئے اس مناسبت کی توضیح کر دی جائے گی۔
 ان شاء اللہ تعالیٰ۔

فصل چہام

مستعاذ منہ

معانی و اقسام شریعہ

جن چیزوں سے پناہ مانگی جاتی ہو انہیں مستعاذ منہ کہتے ہیں۔ یہ سب کی سب شریعت کی قسم ہیں جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
 انسان کو جو برائی پہنچتی ہو وہ دو قسم سے باہر نہیں

۱۔ مثلاً گناہوں کی معافی مطلوب ہو تو غفر ربہم کا استعمال موزوں ہوگا۔ توفیق کی فراغت کا سوال ہو تو زاق اور واسع علیہم کا نامنا مناسب، دشمن پہنچ جاتے ہو تو عزیر علیہم کے اسمائے پاک کا دعا کے ساتھ لگانا مناسب ہوگا۔ مترجم

(الف) ہر ایک قسم کے گناہ جن کا انسان اپنے ارادہ اور خستہ سیار سے ارتکاب کرتا ہو۔ جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو دُنیا اور آخرت میں سزا ملتی ہو۔ شر کی قیسم گناہ اور نافرمانیوں اور اُن کے موجبات و پواعت کی شدید ترین اور پائدار ہو۔ اور اس سے نجات پانا نہایت دشوار ہو۔

رب (شر کی دوسری قسم وہ ہے جو انسان کو دوسرے کی طرف سے پیش آتی ہو جیسے وہ دوسرا مکلف یعنی ذمہ دار ہستی جو جیسے انسان اور جن۔ یا غیر مکلف ہو جیسے زبردوار اشیاء وغیرہ۔ سورہ فلق اور سورہ ناس میں نہایت مختصر اور جامع عبارت میں شر کی ان تمام اقسام سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔ چنانچہ سورہ فلق میں چار باتوں سے پناہ مانگی گئی ہے:

(۱) تمام وہ مخلوقات جس سے شر کا صادر ہونا ممکن ہو۔

(۲) شب تاریک کے چھا جانے سے جو شر پیدا ہوتے ہیں۔

(۳) گانٹھوں پر پھونکنے والیوں کے شر انگیز اعمال سے۔

(۴) حسد کرنے والے کے حسد کے بُرے نتائج سے۔

لیکن ان چاروں کی تفصیل بیان کرنے سے پیشتر شر کے معنی اور اُس کی حقیقت کا بیان کرنا لازم ہے۔

شر اور اُسکی حقیقت؟

شر کا اطلاق درود تکلیف اور اُس کے نتائج و اسباب پر ہوتا ہے، چنانچہ کفر و شرک، ظلم و بدعت اور ہر ایک قسم کے گناہ کو اگرچہ اُس میں اس کے کرنے والے کی کچھ غرض نظر ہوتی اور اس کے ارتکاب سے اُس کو لذت حاصل ہوتی ہے۔ اسیئے شر کہا جاتا ہے کہ ایسی باتوں کے مرتکب کو دُنیا یا آخرت میں ایسی باتوں کے نتیجے کے طور پر تکلیف اور عذاب پیش آتا ہے۔ کیوں کہ کفر و شرک اور ایسی قسم کے دیگر اُمور اور ان کے عواقب نتائج یعنی عذاب و عقوبت اور عذاب کا آپس میں وہی تعلق ہے جو کسی سبب اور اُس کے سبب کے درمیان ہوتا ہے۔

مثلاً زہر کھانا زہر لیکھ کر فی الفور نہ ہو، ہمیشہ ہلاکت پر منتج ہوتا ہے، فوج کرنے اور گلا گھونٹنے کا نتیجہ موت ہوتی ہے، اور آگ جی آگ میں جاتے ڈالے تو لا محالہ اس کا اتھل چل جائے گا۔
الغرض ہر ایک سبب کا نتیجہ ہے، سبب ہوتا ہے بشرطیکہ کوئی مانع پیش نہ آجائے یا ایک سبب کے ساتھ کوئی دوسرا سبب متعارض نہ ہو جائے جو اس سے قوی تر ہو اور جس کا نتیجہ پہلے سبب کے نتیجہ کے بغیر ہو۔ سخت اور مرض کے مضمون پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھی گئی ہیں اُن کو غور سے مطالعہ کرو، سباب اور مستببات کے قانون کو مطلق پاؤ گے۔

عالم اسباب

اسی طرح روحانی امراض میں بھی یہی سبب اور سبب کا قانون نافذ ہے اور ہر ایک گناہ کی عقوبت، خاصہ اس کا مستنبط ہے۔ الغرض ذنوب اور معاصی بعینہ اس طرح آخرت میں عذاب اور بدگنت کا سبب ہوتے ہیں جس طرح اس دنیا میں زہر ہلاکت کا باعث ہوتا ہے۔ البتہ اگر کوئی دوسرا سبب متعارض ہو یا کوئی مانع پیش آجائے تو ان کا نتیجہ ظہور میں آنے سے رک سکتا ہے۔ جیسے کہ بھول، مثلاً قوت ایمان، کثرتِ حسنات اور تقیاد اعمال سے یہ بھی اور مستببات کی عقوبت سے انسان بچ سکتا ہے۔ جیسے کہ اس دنیا میں بھی جو سبب قوی تر ہو اسی کا نتیجہ ظاہر میں آتا ہے۔ دنیا اور آخرت میں خدا کا قانون ایک ہے۔

وَلٰكِنْ لَّيْسَ لَكَ اِلٰهٌ سِوَايَہٗ
اے تم خدا کے قانون میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں پاؤ گے۔ (۶۳ : ۳۲)

تمثیل

معاصی اور مستببات کے ارتکاب میں اگرچہ بظاہر لذت محسوس ہوتی ہے اور اس سے نفس کو فوری خوشی حاصل ہوتی ہے، لیکن اس کی مثال ایک لذیذ کھانے کی جو جسم میں ہر مالا یا گیا ہو۔ بظاہر وہ نہایت مرغوب ہوتا ہے، مگر اس کا انجام کھانے والے کی ہلاکت اور ذنوب اور معاصی ہی اسی لذیذ مگر مسموم کھانے کی طرح عقوبت اور عذاب کے موجب ہیں

اور گناہ اور عذاب میں سبب اور سبب کا تعلق ہو۔ اگر بالفرض شریعت منہ سے آئی ہو تو کوئی گناہ عقوبت اور انجام بد سے آگاہ نہ کیا ہوتا تب بھی ایک صاحب بصیرت انسان تجربہ کے ذریعہ سے اور واقعاتِ عالم سے استدلال کر کے اسی نتیجہ پر پہنچتا۔ کیوں کہ سبب کبھی بڑی کسی سے کوئی نعمت زائل ہوئی ہو، اس کا سبب یقیناً اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی سے ہوتا ہے نہ خداوند خدائے جلّ شانہ ہو کہ:

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغَيِّرُ مَا بَقِيَ وَيَغْيِرُ مَا يُغْيَرُ
مَا بَانَفْسِهِمْ ذَاكَ آدَا اللَّهُ يُقَوِّمُ
سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَمَا لَهُمْ مِنْ دُونِهِ
مِنْ قَوْلٍ

(۱۳ : ۱۱)

بے شک اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تا کہ
برائی و افسوس سے تبدیل کرے اور اس میں فرما دے کہ
خود اپنے اعمال پر تبدیلی پیدا نہ کر لیں۔ اور جب
اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل فرماتا ہے تا کہ
توبہ کو کوئی بھی اسکو حال نہیں سکتا اور نہ ہی سوا
اُس کے کوئی دوسرا اس کیلئے توبہ ساز ہو سکتا ہے۔

زوالِ نعمت کے اسباب!

اللہ تعالیٰ کے کلام پاک میں جن قوموں کی ہلاکت اور ان پر نزولِ عذاب کا ذکر ہو اگر کوئی سمجھ دار آدمی ان قصص کو غور سے پڑھے تو اُس کو واضح طور پر نظر آئے گا کہ ہر ایک قوم کی ہلاکت اور عذاب کا سبب اُس قوم کی نافرمانی تھی۔ اسی طرح اگر کوئی تاریخی واقعات یا اپنے زمانہ کے احوال پر ایک نظر غائر ڈالے تو اُس کو منظر آئے گا کہ زوالِ نعمت کا اصلی اور حقیقی سبب اللہ تعالیٰ کی اور اُس کے رسولوں کی نافرمانی ہو۔ ایک شاعر نے اس معنی کو نہایت خوبی کے ساتھ منظوم کیا ہے۔

إِذَا كُنْتَ فِي نِعْمَةٍ فَارْعَهَا فَإِنَّ الْمَعَاصِيَ تَنْزِلُ النَّعْمَ

جب تم پر اللہ تعالیٰ کی نظر عنایت ہو اور تم کسی نعمت کو لطف اُجھار رہے ہو تو اسکو محفوظ رکھنے کی کوشش کرو (اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو) کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اس کی

نعمتوں کے سلب کیے جانے کا سبب ہو۔“

اللہ تعالیٰ کی نعمت کو برقرار رکھنے کا سبب بہتر طریقہ اللہ تعالیٰ کے حکام کی پابندی ہے۔ اُس نے اپنے کلامِ محمدی میں شکر کو زیادتی نعمت کا موجب بتایا ہے لیکن کیا تم جانتے ہو کہ صرف ربانی الحمد للہ کہنے سے شکر گزار ہی کا حق ادا ہو جاتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، شکر کی حقیقت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی نعمتوں کو اُس کی اطاعت میں صرف کرے۔

شر کے مفہوم

خلاصۃ الکلام یہ ہے کہ معاصی اور تہات جو دنیا اور آخرت میں عقوبت اور عذاب کا موجب ہیں، عذاب کا سبب ہونے کے باعث شر کے مفہوم میں داخل ہیں۔ باقی رہا اس کا مستبب یعنی عقوبت اور عذاب، سو اس کا شر کے مفہوم میں داخل ہونا بالکل ظاہر ہے کیوں کہ اس کی عقوبت جسمانی اور روحانی دونوں قسم کے شدید ترین عذاب شتمل ہے۔ روحانی عذاب سے مراد شرمندگی کا احساس، سخت ندامت اور حسرت ہے۔ اگر ایک عقل مند کی نوعیت پر کما حقہ غور کرے تو یقیناً اس کے اسباب سے پرہیز کرنا وہ اپنا اہل ترین فرض خیال کرے گا۔ لیکن اہل یہ ہے کہ آدمیوں کے دل غفلت کے پردے پڑے ہوئے ہیں۔ اور اگر ان کو حقیقت حال پر اطلاع ہوتی تو وہ ایسی باتوں کا ہرگز ارتکاب نہ کرتے جن کے سبب سے وہ نجات سے محروم رہیں یا دنیا اور آخرت کے درجات سے بے بہرہ ہوں۔ آخرت میں جب انکشاف حقیقت ہوگا تو گنہگار اور مجرم چہنیں مار مار کر پکارے گا۔ یا لبدنی قَدْ مَتَّ لِحِیَانِی بِرُکَاشٍ میں اپنی اس ابدی زندگی کے لیے بھی کچھ ذخیرہ کرتا تھا یا حسرتاً علی ما فرطت فی جنب اللہ رہائے افسوس! میں نے اللہ تعالیٰ کے پہلو میں (اُسکی آنکھوں کے سامنے رہ کر) کھڑا رہا ہے کی

سورہ کوئین کا پہلا استعاذہ

الفرض چونکہ شر کا مفہوم ”درد و تکلیف“ اور اُس کے اسباب و زبائج تک محدود ہے

اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے کسی چیز سے پناہ مانگی ہو، وہ ضرور یا قبولات ہو
 ”دو تکلیف“ ہوگی یا اس کا موجب۔ چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی
 کہ عموماً ہر نماز کے آخر میں چار چیزوں سے پناہ مانگتے تھے اور دوسروں کو بھی اس سے پناہ مانگنے
 کی تلقین فرماتے تھے،

(۱) قبری عذاب { یہ دو فوراً چیزیں بذات خود درود تکلیف بلکہ اس کی شدت
 نہ، ورنہ کا عذاب } ترین ہوتی ہیں۔

(۲) زندہ اور موت کا فتنہ { یہ دونوں چیزیں درود تکلیف کا عذاب کا موجب ہیں
 (۳) مسیح و جہنم کا فتنہ { کیوں کہ کسی فتنہ کے اثر میں آجانا عذاب کا موجب ہو۔

اس استعاذہ میں دونوں قسم کے فتنہ کا ذکر ہوا، ایک زندگی کا فتنہ جس کا عذاب
 بعض اوقات فوراً نازل نہیں ہوتا۔ دوسرے موت کا فتنہ جس کا عذاب بغیر کسی
 مہلت کے مقتول پر نازل ہوتا ہو۔ یہ اشیائے چار گناہ سے نماز کے آخر میں پناہ
 مانگنے نماز کی نمونہ ترین دعاؤں میں سے ہے۔ یہاں تک کہ بعض علمائے سلف و خلف کا
 قول ہے کہ جو شخص اپنی نماز کے آخر میں یہ استعاذہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی ہر علما
 ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ اس کو ہر ایک تشدد میں گناہ لازم سمجھتے ہیں۔ اور اس کے ترک
 کرنے والے پر نماز کا اعادہ واجب خیال کرتے ہیں

سورہ کوئین کا دوسرا استعاذہ

اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے آخر میں یہ استعاذہ بھی منقول ہے

اللھم انی اعوذ بک من الھم والکھن والجبن والنکس والجنون والجنون والجنون
 وغلبۃ الرجال (دُعا برضا یا: میں تیرے ساتھ پناہ لیتا ہوں اندیشہ اور غم سے، بے بسی

کے استعاذہ مذکور ہے اللہ تعالیٰ ہر چیز سے، اللہ تعالیٰ انی اعوذ بک من الھم والکھن والجنون والجنون والجنون
 اعوذ بک من غلبۃ الجنان والجنون والجنون والجنون والجنون والجنون والجنون والجنون

اورستی سے، بزدلی اور خلی سے، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے تغلب سے، اس ہوتا ہے
 میں آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ چیزوں سے پناہ طلب فرمائی ہے۔ جن میں سے وہ
 آپس میں مناسبت رکھتی ہیں۔ چنانچہ غم اور اندیشہ کا آپس میں تعلق ہے اور یہ دونوں بھاری
 تکلیف کی قسم سے ہیں۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اندیشہ کے معنی ہیں مستقبل میں کسی
 تکلیف کے پیش آنے کا خوف۔ اور غم کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو کسی گزشتہ تکلیف کا
 نتیجہ ہو۔ اسی طرح بے بسی اورستی کا آپس میں تعلق ہے۔ بے بسی کی بھی عدم قدرت کا نام
 ہو۔ اورستی کے یہ معنی ہیں کہ انسان کو قدرت جمل ہولیان اس کو استعمال نہ کرے۔ چونکہ
 ان دونوں کا نتیجہ کسی مطلوب کا ہاتھ سے نکل جانا ہوتا ہے، اس لیے ان کا شمار بھی شر کے مفہوم
 میں ہوتا ہے۔ بزدلی اور خلی کا بھی آپس میں ساتھ ہے، کیونکہ اول الذکر کے یہ معنی ہیں کہ ایک
 شخص اپنے بدن اور اپنی قوت کو استعمال نہیں کرتا اور مؤخر الذکر یہ معنی ہیں کہ استعمال نہ کرنا
 ہے۔ یہ دونوں ایسی نفسیں ہیں جن سے پناہ مانگنا لازم ہے، کیوں کہ انسان کو جسمانی مطالبہ
 مقاصد میں اکثر اوقات دلیری اور شجاعت سے کام لینا پڑتا ہے اور اس شجاعت نہ وری
 ہوتا ہے۔ لیکن بزدلی اور خلی اس کے منافی ہے۔ اور اس لیے حصول مقصد سے مانع ہے اور
 تم جانتے ہو کہ اگر ایک مطلوب میں جودت ہوتی ہے، اس سے محروم ہو جانا۔ قدر عذاب
 عذاب روحانی کا موجب ہو گا۔ علیٰ ہذا القیاس قرض کے بوجھ اور لوگوں کے تغلب میں
 ارتباط باہمی موجود ہے۔ اور یہ دونوں چیزیں حصول تکلیف کا باعث ہیں۔ وہ ارتباط یہ
 ہے کہ قرض کا بوجھ اکثر آدمی اپنے اختیار سے سر پر لیتا ہے لیکن لوگوں کا تغلب انسان کے
 بس کی بات نہیں۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ قرض کے بوجھ سے انسان کو جو تکلیف پہنچتی ہے اس میں قرض خواہ
 حق بجانب نہ ہو مگر لوگوں کا تغلب ظلم اور ناحق ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں امتیازہ کے الفاظ
 حسب ذیل ہیں۔ ۱۔ انزلہم انی اعوذ بک من المأثم والمغرم (بار خدا یا! میں تیرے

ما گناہ اور قرض سے پہلے ما گناہوں (گناہ آخرت میں تکلیف اور عذاب نہ پائے) اور قرض سے سروسٹ تکلیف پیش آنے کا احتمال ہو۔ ایک اور موقع پر اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح استعاذہ فرمایا ہے: اللھم انی اعوذ برضائک من سخطک و بمعافائتک من عقوبتک (بار خدا! میں تیری رضامندی کے ساتھ تیری نافرمانی سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور تیرے عذاب کے مقابلے میں تیری عفو کو جائے پناہ ٹھیراتا ہوں) اللہ تعالیٰ کی ناراضی عذاب کا موجب ہے اور عذاب میں تکلیف ہے۔

الفرض مستعاذ منہ، وہ چیز جس سے پناہ مانگی جاتی ہو، شر اور ہمیشہ کوئی تکلیف یا اس کا سبب و نتیجہ ہوگا۔ جیسے کہ مندرجہ بالا مثالوں سے اس کی توضیح ہوتی ہو۔

فصل پنجم مستعاذ منہ کے اقسام

تفصیل

جس شر سے پناہ مانگی جاتی ہو اس کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) ایک موجود شر جس کا دور کیا جانا مطلوب ہو۔

(۲) دوسرے معدوم شر جس کا عدم پر باقی رہنا مطلوب ہو۔

اسی طرح اسکے بالمقابل خیر کی بھی دو قسمیں ہیں:-

ایک موجود خیر جس کی بقا مطلوب ہو۔

دوسرے معدوم خیر جس کا وجود میں آنا مقصود ہو۔

اللہ تعالیٰ جسے چاہے دعائیں مانگی جاتی ہیں اُن کا مال انہی چار قسموں کی طرف ہوتا ہے

کی آیت کریمہ جس میں خدا کے بعض خاص بندوں کی زبان سے یہ دعا مقول ہو رہی ہو

چار گانہ پڑھیں۔

رَبَّنَا اِنَّا مَعْنَا مَنَادِيَا يُنَادِي الْاِيْمَانَ
اِنَّ اَمْرًا بِرُكْمٍ فَاَمَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا
ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا
(۱۹۲: ۳)

بار خدا یا! ہم نے ایک منادی کو ندا کرتے ہوئے
سنا کہ اپنے رب تعالیٰ پر ایمان لاؤ اس لیے ہم
ایمان لائے۔ اے ہمارے خدا! ہمارے گناہوں کو
کو بخش دے اور ہماری برائیاں کو دُور کر دے۔

اس میں موجود شرکے دفع کی درخواست ہے (کیوں کہ جیسے کہ پہلے ذکر ہوا گناہ اور معاصی شر

کی ایک قسم ہے)

وَكُوْنَا مَعَ الْاَكْبَارِ
اور اے ہمارے خدا! ہماری موت نیک لوگوں
کے ساتھ ہو۔
(۱۹۲: ۳)

اس میں موجود شرکے بقا کی التماس کی گئی ہے کیوں کہ ایمان ایک عظیم ترین خیر ہے جو تمام بڑی
بڑی نیکیوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہے اور درجات عالیہ کے حصول کا موجب ہے۔

رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا رَزَقْنَاكَ عَلٰی وُسْطٰی
بار خدا یا! ہمیں عطا کر جو کچھ تو نے ہمارے لیے
اپنے رسولوں کی معرفت وعدہ فرمایا۔
(۱۹۳: ۳)

یہ دُعا نیز محمدؐ کے موجود ہونے کے لیے ہے۔

وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اور ہمیں قیامت کے دن ذلیل و خوار نہ بنا۔
(۱۹۳: ۴)

اس میں محمدؐ کے عدم پراقتی رہنے کی استدعا ہے۔

اس سے تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اس آیت کے کرم کے ضمن میں جو دعا خالصانِ بارگاہِ

زبانی منقول ہے وہ مطالب چار گانہ کی جامع اور تمام اقسام خیرات پر مشتمل ہے، اور مطالب
کی ترتیب نہایت عمدہ ہے کیوں کہ اس میں اُن دونوں مطالب یعنی مغفرت اور بقائے ایمان
کو، جن کا تعلق اس زندگی سے ہے مقدم رکھا گیا ہے، اور اس کے بعد اُن دو قسموں کا
ذکر ہے جن کا حصول آخرت میں ہو، یعنی یہ کہ جو کچھ اُن سے اللہ کے رسولوں نے عطا کیا

اس سے وہ بہرہ ور ہوں، اور فوقیامت کی شرمندگی سے محفوظ رہیں۔ صحیح روایت سے ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطبہ میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ہنوز باللہ من شرفہ و انھذا من عذابہ۔ سنیات اعمالنا (ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنے نفس کے شر اور شر اعمال سے بچاؤ مانگتے ہیں)۔ اس میں نفس کے شر سے بچاؤ طلب کیا گیا ہے کہ جو جبریل علیہ السلام کے ہر ایک شر کا وہ موجود ہو۔ بالفاظ دیگر مودوم غفر کے ظہور میں آنے کی دعا ہو، نیز برے اعمال سے بچاؤ طلب کیا گیا ہے جو جو موجود شر کی ایک بڑی قسم ہے، گویا اس استعاذہ میں شر کے دونوں اقسام سے بچاؤ مانگنے کی تصریح ہو۔ "سینات اعمال" سے بعض علماء اور شائکین حدیث کے نزدیک اعمال غیر صالحہ کی عقوبت اور عذاب مراد ہے جس کو سینات کے لفظ سے اس واسطے تفسیر کیا گیا ہو کہ اس کا وقوع اس کے مستوجب کو مراد معلوم ہوتا ہو، اہل بیت میں سبب اور مسبب دونوں کو مستعاذہ قرار دیا ہو۔ نفس کا شر سبب ہو اور عذاب اس کا مسبب۔

سینات اعمال

"سینات اعمال" کی تشریح میں یہ دونوں چیزیں استعمال رکھتی ہیں اور ہر ایک کی تائید میں ایک معقول دلیل موجود ہے۔ علماء کی جس جماعت نے سینات اعمال سے برے اعمال مراد لئے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ برے اعمال کا منشا نفس کی پوشیدہ شہوات ہے اور وہ بلا مذکر تمام برے اعمال کی توجہ پر حقیقی سبب ہے۔ گویا حدیث نبوی کے ان الفاظ میں نفس کی سخت مذمومہ اور اس کے نتیجہ مراد دونوں سے استعاذہ کیا گیا ہو کیوں کہ دونوں دونوں سے محفوظ ہونا تمام شر سے محفوظ رہنے کے مراد ہے۔

دوسرے فریق کے نزدیک جس کا یہ قول ہے کہ سینات اعمال سے مراد برے اعمال کی عقوبت اور عذاب ہے ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ بہر حال عقوبت اور عذاب شرور نفس کا نتیجہ ہے اور ان دونوں میں سبب اور مسبب کا علاقہ ہے۔ گویا ہر ایک قسم کی عقوبت اور اس کے سبب

استعاذہ کیا گیا ہے۔

فصل ششم

اسباب شرک کا مبداء و منشاء

شرکی چار قسمیں

چونکہ یہ ضروری ہے کہ شرک کے لیے کوئی سبب ہو جس سے وہ پیدا ہوا، نیز اُسے اپنے ایک انتہاء اور انجام ہوگا اور چوں کہ سبب کا وجود یا تو خود انسان کی ذات میں ہو گیا یا اُس سے خارج کسی اور چیز میں، اور اس کا انتہاء اور انجام بھی یا تو خود اس کی ذات پر ہوگا یا کسی اور چیز پر۔ اس لیے مفصلہ بالا تقسیم کے بموجب شرکی چار قسمیں ہوئیں جن کو اُس ماثور استعاذہ نے نماین خوبی کے ساتھ جمع کیا ہے، وہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سکھایا تھا اور صبح و شام اور سوئے کے وقت اس کے دو ہر لہنے کی تاکید فرمائی تھی :-

اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمِ	بار خدایا! آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے
الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَ	پوشیدہ اور مظاہرہ جاننے والے ہر ایک چیز کے
مَلِكِكُمْ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ	مالک اور پروردگار کرنے والے! میں اس بات کا
اَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ شَرِّ الشَّيْطٰنِ	اقرار کرتا اور گواہی دیتا ہوں کہ سوائے تیرے
وَشَرِّ كُلِّ وَانْ اِقْرَفَ عَلٰی نَفْسِيْ سَهْوًا	کوئی عبودیت میں میں تیرے ساتھ اپنے نفس کے
اَوْ اَجْرًا اِلٰی مُسْلِمٍ۔	شر اور شیطان کے شر اور اپنے میرے سوا ہر حال

میں شرک ہوئے کہ شر سے پناہ مانگنا ہوں نیز
اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں اپنے نفس کے

ضرر پہنچانے کیلئے کوئی بُرا عمل کروں یا کسی
دوسرے مسلمان کو تکلیف میں مبتلا کروں۔

اس استعاذہ میں شر کے اصل سبب نفس اور شیطان کا ذکر ہے اور اس بات کا بھی ذکر ہے کہ
اس کا انجام کبھی تو خود انسان کے اپنے نفس پر ہوتا ہے اور کبھی اس کے مسلمان بھائی پر
الغرض یہ بادید و خفا مار کے ایک جامع استعاذہ ہے۔

فصل ہفتم تشریح کا معوذتین میں ذکر ہے

افعال اللہ خیر محض

اب ہم اُن شرور پر مفصل بحث کرتے ہیں جن کا ذکر سورۃ خلق اور سورۃ ناس میں ہو پہلی آیت
مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ
میں پناہ مانگتا ہوں ہر ایک ایسی چیز کے شر سے
جس کو اُس نے پیدا کیا۔

اس میں عام شر کا ذکر ہے اور شر کی نسبت اُس مخلوق کی طرف ہے جس کو
اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا۔

اللہ تعالیٰ کی کسی صفت مثلاً خلق وغیرہ کی طرف اس کی نسبت نہیں کیوں کہ اللہ تعالیٰ
کی کسی صفت یا فعل میں کسی طرح کا شر نہیں اور جیسے کہ اُس کی ذات مقدس ہر ایک شر
کی نسبت اور امنہ افت سے برتر اور منزہ ہے اسی طرح اُس کی صفات اور اس کے افعال کی
متزیہ بھی واجب ہے۔ اُس کی ذات اور اُس کی صفات میں کسی قسم کا عیب اور نقص نہیں۔
اور اسی طرح اُس کے تمام افعال خیر محض ہیں، جن میں شر کی مطلق آمیزش نہیں۔ دنیا یا
جو کچھ بھی شر یا یا جاتا ہے وہ مخلوق ہی کی طرف منسوب ہے۔ اگر بغرض محال جناب کبریا۔

تعالیٰ و تقدس کے افعال میں کسی قسم کا شر ہوتا تو ضرور تھا کہ اُس شر کے لفظ سے اُس کے لیے اسم صفت بنایا جاتا جیسے کہ دوسرا سار جتنے بتے ہیں اور اس صوت میں یہ کہنا غلط تھا کہ
 وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی۔
 اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے جو بصورت سے خوبصورت
 نام مقرر کیے گئے۔ (سنام اُس کے حق لاسما ہیں)

انتساب شر

ہمارے دل میں یہ وہم پیدا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو جو عقوبت اور عذاب کے مستحق ہیں، عقوبت اور عذاب دیتا ہو کیوں کہ اُس کا ایسا کرنا عین عدل و انصاف اور خیر محض ہو۔ جناب کبریاے تعالیٰ و تقدس کا یہ فعل شر کی آمیزش سے بالکل پاک ہو (اگرچہ شر و رد و تکلیف کا نام ہو) کیوں کہ اُس کا شر ہونا انہیں مستحقین عقوبت کے حق میں ہو اور بس۔ الغرض شر کا وجود اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اُس کے افعال سے بالکل الگ اور علوہ اس کی مخلوقات اور مفعولات میں پایا جاتا ہو۔ اور اسی لحاظ سے اُس کو ناجہ و خیر و شر کہہ سکتے اور کہتے ہیں۔

۱۔ ایک دقیق مسئلہ ہے اور اس لیے اس مقام پر دو باتوں کا ملحوظ رکھنا نہایت ضروری ہے:
 (۱) یہ کہ جو چیز بذات خود شر ہی یا شر پر مشتمل ہو وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور افعال سے منفصل کوئی مفعول اور مخلوق چیز ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کی صفت یا اس کا فعل ہرگز نہیں ہوگا۔

(۲) یہ کہ اس کا شر ہونا ایک امر اضافی ہوگا یعنی جب اللہ تعالیٰ کی طرف اُس کو منسوب کیا جائے تو وہ خیر محض نظر آئے گا۔ البتہ یہ مخلوق کی اس کی نسبت کی جائے تو وہ شر کی صورت میں جلوہ گر ہو سکتا ہو۔

شر امر نسبی ہو

یقیناً سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کا ہر ایک فعل (خواہ وہ مخلوق کے حق میں کتنا ہی بُرا شر ہو)

کسی حکمت بالغہ پر پہنچی ہو ماہیت جس کے اور اک ماہیت سے اکثروں کو عقل صرفا فاضل نہی۔
اس لیے عموماً ایسے موقعوں پر یہ مجمل ایمان کافی ہوتا ہے کہ:-

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۶۰۳۱) | بے شک اللہ تعالیٰ بے بار اور سودہ صفات ہی
اللہ تعالیٰ کی ان دونوں صفتوں کا قائل ہونا اس کی طرف کسی شر کو دوسوہ کرنے
کا منافی ہے۔ یہ کہ کوئی شر کا قائل ہوتا ہے اس کا یہ فعل یا تو اس کے استیجاب کا نتیجہ
ہوتا ہے یا اس کے ناقص اور عیناک ہونے کی وجہ سے اس سے اس قسم کا فعل ہوتا ہے
آتا ہے۔ لیکن جس وقت مقتدر کی صفت الغنی اکید ہے اس سے کسی ایسے فعل کا صدور
ناممکن ہے۔

اس تفسیر کا ملخص یہ ہے کہ ہر حالت میں شرکاء اور مضامین ہوتا ہے اور اس سے اللہ
تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے دیکھا جائے خود بخود خیر محض ہوگا۔ یہ ایک ایسا نکتہ ہے جو عقلی یاد رکھنا
تمہارے لیے معرفت رب تعالیٰ کا ایک دروازہ کھول دے گا، تم کو اس کی محبت کیا جا
رہمائی کرے گا اور ہمارے دل سے وہ نہایت دور ہو جائیں گے جن میں بہرہ اکثر لوگوں کی
عقل چک رہا جاتی ہے اس موجب کہ ہم نے کتاب تحفہ مکیہ اور الفتح القدسی میں بسط و تہیل
کے ساتھ بیان کیا ہے اس کی توضیح کے لیے چند مزید مثالیں سن لیں۔

امرئیں کی تمثیلات

ایک شخص چوری کرتا ہے، اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے یا اس کو سخت جیل کی سزا دی جاتی ہے۔
حاکم کا فعل اس چور کے حق میں ہے، لیکن عام لوگوں کے حق میں اور فی حد ذاتہ خیر محض ہے
کیوں کہ لوگوں کے مال کو بد معاشوں کی دست درازی سے محفوظ رکھنے کی یہ ایک مؤثر
تدبیر ہے اور عامۃ الناس کے ساتھ ایک بڑی نیکی ہے اس لیے حاکم کا یہ فیصلہ عقلیت دل کے
مزدیک مستحق ہے اور آخر میں ہے۔ اور یہی وہ اصول ہے جو ہر انسان کو یاد رکھنا چاہیے
محبوب خلائق اور بے بغیر نہ ہوگا:

افعال میں محض شینت کا فرمایا، سبب اور سبب کے قانون اور حکمت بالانہ کی کثرت کے آداب کو اس میں کچھ بھی دخل نہیں، ان کے دلوں پر ایک غلیظ حجاب ہے اور اس لیے اندھوں کی طرح ان کو تمام چیزیں یکساں نظر آتی ہیں۔

حکمت بالغہ

اگر تم قرآن کریم کو شروع سے آخر تک غور کے ساتھ پڑھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ نظامِ پاک میں سبب اور سبب کے اہل قانون پر کس قدر زور دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے افعال میں حکمت بالغہ کے جلوہ گر ہونے پر کوتاہ ہیں انسان کو کہاں تک توجہ دلائی گئی ہے کھلم کھلا میں ارشاد ہوتا ہے:-

اَفَجَعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْخَازِرِيِّينَ مَا لَكُمْ
كَيْفَ تَحْكُمُونَ (۶۸، ۳۵، ۳۶)

کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اپنے وسیع مبراتِ مندوں کے ساتھ مجرموں کو سوک کریں؟ تمہاری عقل پر کیا پتھر ہے؟ گئے ہیں تم کیا محکمہ؟ حکم صادر کر رہے ہو!!

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَوْا السَّيِّئَاتِ اَنْ
جَعَلَهُم كَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحٰتِ
سَوَآءٌ فَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَآءَ مَا
يَحْكُمُونَ (۲۵: ۲۱)

کیا وہ لوگ جو برائیاں کرنے سے ہیں یہ غلط فہمی رکھتے ہیں کہ ہم ان سے ان لوگوں کو لا سا سوک گئے جو ایمان لائے اور نیکیاں کی ہیں، انہی کی زندگی اور انہی کی موت برابر ہوگی؟ (اگر ان کا یہ خیال ہے تو تمہارا حکم صادر کر رہے ہیں:-

اس قسم کی بیسیوں اور سیکڑوں آیتیں کلامِ پاک میں موجود ہیں، جن میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کے اس گمان کو سختی کے ساتھ باطل فرمایا ہے کہ وہ اپنے نیکوں، برے سمجھنے والوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرے گا! اس طریق استدلال سے ساف انہی کو انسانانہ فطرت میں حقیقت منقوش ہے اور عقل سلیم کا یہی فتوہ ہے اللہ تعالیٰ کے قانونِ حق کا یہ

مقتضایہ کر نہیں کہ فرماں برادر اور بے فرمان کو ایک ہی ناشی مانکا جائے۔ تمام نفع انسان کے عقول میں فطرانہ بات مرکوز ہے کہ رحمت اور احسان کی جگہ عقوبت اور عذاب کا رکھنا نہایت برا ہے، اور اگر کوئی ایسا کرے تو اس کے اس فعل کو سخت قابل اعتراض سمجھا جائیگا۔ اسی طرح عقوبت اور انتقام کے مناسب ہونے پر رحمت اور احسان کا استعمال فطرانہ نہایت قبیح معلوم ہوتا ہے۔

مشاہدہ

ایک شخص لوگوں کے جان و مال پر ناحق دست درازی کرتا ہے اور انکی آبروریزی میں کوتاہی نہیں کرتا، لیکن ایک دوسرے شخص جو اس قسم کے آدمی کے ساتھ امانت اور تحقیق کے ساتھ کرنا چاہتا ہے نہایت تعظیم اور احترام سے پیش آتا ہے اور اس کے ساتھ احسان کرنے میں دیر نہیں کرتا تو کیا کوئی علیم الفطرۃ انسان اس کے اس فعل کو مستحسن سمجھ سکتا ہے؟ حاشا کہ نہ۔ ہر ایک شخص اس سے جا احسان کرنے والے کو نہایت برا خیال کرے گا اور اس کے اس فعل کو نہایت قبیح سمجھا جائے گا یہی اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اس پر عقلوں کو کیا ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے اللہ تعالیٰ کے اعمال کو پسند کرے اور ان کو پسند نہ کرے؟

نعم ان الله لا یغفر الذنوب الا له وحده ۝

یعنی اللہ تعالیٰ کو ختمیں عیب سے میرا ہیں، لیکن بعض موقعوں پر اس کا انعام زیب نہیں

۱۰۰

۱۰۱

الغرض وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے کسی طرح مستحق نہیں جو اس کے سبیل ہدایت پر پہننے سے دوسرے لوگوں کو روکتے ہیں، اس کی رضا مندی کے مخالف امور میں مستاعی رہتے ہیں۔ جن امور سے وہ ناخوش ہوتا ہے اس کو وہ بغیر پسندیدگی دیکھتے ہیں اور جن باتوں

میں اسکی رہنمائی نہ تھی۔ تنہا ہی رہا۔ اسے بے اعتنائی بیعت تھی بلکہ دوسری نظر سے اُن کو
ملاحظہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی کچھ بھی پیدا نہیں کرتے لیکن اختیار کو خوش کرنے
کے لیے ایڑی چوٹی تک کا زور لگاتے ہیں۔ الغرض وہ ہر ایک بات میں اللہ تعالیٰ کی رضا
اور اُسکے فرمان کے عین نہ پر عمل کرتے ہیں۔ بڑی بڑی باتیں اللہ تعالیٰ کے پیارے ہیں وہ اُنکے ساتھ
دشمنی رکھتے ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ اور اُسکے رسولوں سے ملوث ہو ان کو ان سے محبت ہے۔
وَكَانَ الْكِتَابُ مَعَكُمْ إِذْ أَخَذْتُمُ الْعَهْدَ مِنْ رَبِّكُمْ تَقُولُونَ إِنَّا نَعْبُدُ اللَّهَ مَا شَرَكْنَا بِهِ شَيْئًا وَنَحْنُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُبِينُونَ
۱۵۵۰۶۵۰

اللہ تعالیٰ اسبے تمام عہد میں ارشاد فرمایا ہو :-

وَأَذِّنْ لَكُمْ دِينَ الْإِسْلَامِ الَّذِي كُنْتُمْ عَلَىٰهِ شُرَكَاءَ
أَبْنَاءِ اللَّهِ وَالْأَلَدَةِ تَحْتَهُ
إِلَّا كَرَاهِيَةً مِنْ رَبِّكُمْ
فَقَسَىٰ عَلَىٰ أَهْلِ الْبَيْتِ
كَيْفَ يَكُونُ لَكُمْ دِينُكُمْ
أُولَئِكَ أَنْزَلْنَاهُ
هُمْ لِيُتْلَوْهُ لَكُمْ
لِيُظَاهِرَ بَيْنَ الْوَلَدِ

۱۵۵۰۶۵۰

اس نصیبے سمن میں غایت درجہ کی تہدید ہے۔ آیت کریمہ کے شرف میں یہ بتایا
ہو کہ میں نے شیطانین لعین کو تمہارے پاس پہنچے سامنے بھیجا کہ تمہارا حکم دیا جس سے اُس نے
سرتابی کی راہ پر میں نے اُس کو اپنی بارگاہ کبریائی سے مٹو و فرما کر لعین کا خطاب یا ارہم

باپ کے لیے مسجد سے انکار کرنے کا ردِ وجہ یہ ہے کہ اُن کو اپنا دشمن ٹھہرایا لیکن تم ہو کہ اسی ملعون کو اپنا دوست سمجھ رہے ہو اور اُس کی خاطر جھگڑ رہے ہو۔ کیا یہ عقلمند ترین ظلم نہیں؟ اور جب قیامت کے دن اختلاف حقیقت ہو گا تو کیا تم اپنے کیے پر سخت نادم اور مناسف نہیں ہو گے؟

میدانِ قیامت

یقیناً قیامت کے دن تم سے یہ کہا جائے گا (جسکے تم ہر طرح سے سختی ہو کہ کیا عدل انصاف کا یہ تقاضا نہیں کہ ہر ایک شخص کو تم میں سے اُس کا رفیق بنا دیا جائے جس کو تم نے خود اپنے لیے رفیق منتخب کیا تھا؟ اسی طرح اوارا۔ الشیطان تو شیطان کی جماعت میں شریک ہو کر دُشمن کو چلے جانے لگے، مگر ادویار المؤمن کسی دوسرے کے پیچھے چلنے سے انکار کر رہے گے کیوں کہ اُنہوں نے یہ یاد رکھا ہے کہ میرے نبیوں نے کہا کہ ایک خدا کی فرماں برداری قبیلاً کی تھی۔

حدیث شریف میں ہے کہ اسی اثنا عشر اللہ تعالیٰ اُن کے سامنے جلوہ فرما ہو کر اُن سے اس طرح مخاطب ہوا: ”تم بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ کیوں نہیں چلے گئے؟“ اس کے جواب میں وہ عرض کریں گے: ”یہ دنیا میں جبکہ میں اُن کے ساتھ ربط و ضبط رکھنے کی سخت ضرورت تھی صرف تیری ہی خاطر اُن کو بھڑایا تھا تو بھلا اب آخرت میں ہم کیوں اُن کے پیچھے جانے لگے؟ ہم تو اپنے رب تعالیٰ کا انتظار کر رہے ہیں۔“ وہی جہاں ہم کو بھیجے گا ہم خوش ہیں! اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: ”کیا تمہارے اور اُس کے درمیان کوئی خالص علامت بھی ہے؟“ عرض کریں گے ناں! اس کی مثل نہیں ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اسی کیفیت کے ساتھ جلوہ فرما ہو گا کہ اُن کا کوئی شک باقی نہیں رہے گا اور اس حالت میں وہ سب سر بسجود ہوں گے۔ الخ۔ اُس دن خدا کے ساتھ سچی محبت رکھنے والوں کی آنکھیں ہونگی اور کافروں اور مشرکوں کو اس بات کا عین یقین حاصل ہو گا۔

اِنَّ اَوْلٰیئَاہٖ ذٰلَکَ الْمُتَّقُوْنَ ۝ (۲۷۰۸) | اللہ کے دوست ہی ہوتے ہیں جو تقویٰ کے زیور سے آراستہ ہوں۔

خير الكلام وخير العباد كما تشریف لیس

ذات باری تعالیٰ

بعض عارفوں نے اس طرح اللہ تعالیٰ کی شہرت سے تخریبہ بیان کی ہے کہ اللہ کا انتہا بہ الیہ شہرت کے ذریعے کوئی شخص تیار قرب حاصل نہیں کر سکتا کسی اور تارنے اس کے تقدس کا ان لفظوں میں اظہار کیا ہے کہ اللہ لا یصلہ البتہ نہ تو تیری طرف صعود یا ہوا اپنی بساط کے موافق ہر ایک نے اسکو تخریبہ بیان کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن الفاظ میں جناب کعبہ پر سے تعالیٰ تخریبہ فرمائی ہے وہ ان تمام عبارتوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔

حدیث نبویؐ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ
اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَآ اٰلِہٖ وَسَلَّم

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ وَالْحَمْدُ كُلُّهَا فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ بِلَيْكٍ یہ بندہ پیاز صد تیر ہی خدمت میں حاضر ہوں، اس کو اعتراف ہے کہ تمام نیکیاں تیرے ہاتھ میں ہیں اور شر کو تیری طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ "حدیث کے الفاظ میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، اسکی صفات اور اسکے افعال شر کی آمیزش سے مبرا ہیں۔ اور کسی صورت میں شر کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جاسکتا گو اسکی مخلوقات میں شر کا وجود پایا جاتا ہے جو بالکل کلیہ انہیں کی طرف منسوب ہو۔

شہر کی اضافت

چنانچہ سورہ خلق کی پہلی آیت میں سَمِیْعًا خَلْقَ میں اس بات کی تصریح موجود ہے
شاید تم نے قرآن کریم کے طرز پر بہت کم غور کیا ہو گا ورنہ نہیں صاف نظر آتا کہ اگر کسی شخص کو بتایا جائے:

پہلی صورت

کلام پاک میں شرکی اوصاف کسی چیز کے سبب یا طرف ہونے پر اس سے شرک کا قیام حاصل ہے۔ اسی کی طرف اس کو منسوب کیا جائے گا۔

وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ (۱۲: ۱۰۰) اور شرعی طور پر ظالم نہ ہو۔
 وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقَ (۱۱: ۵۱) جو قوم کہ اللہ تعالیٰ کی راہ پر ہٹ کر رہے ہو۔
 مومنوں کو ہدایت نہیں دے گا۔

یہودیوں کا بیان فرما کر ان کو ہٹا دیا۔

ذَٰلِكَ جَزَاءُ مَن يَفْعَلْهُم مَّا يَفْعَلُونَ (۱۷: ۷۷) یہ عفو بہت کم ہے ان کے گناہ کی وجہ سے نازل فرما۔
 ایک دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَمَا ظَنُّهُمْ وَلَكِن كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ (۱۷: ۷۷) ہم نے ان کو مطلقاً عفو نہیں کیا بلکہ خود ہی ظلم کرنے والے تھے۔
 یہ چیز آپس میں عفو نہ ہو اور یہ شخص کی طرف سے عفو نہ ہو کہ عفو نہ ہو ان کو ہم اس مضمون سے جبراً ہوا ہے۔

دوسری صورت

یہ ہو کہ شرکی اوصاف کسی کی طرف ہی نہ ہو بلکہ جموں کے مجموعے سے اس کو بیان کیا جاتا ہو مثلاً یہ آیت جس میں مومن جنوں کا قول منقول ہے۔ وَانَّهُمْ كَذِبُوا كَثِيرًا اُولَٰئِكَ مِمَّنْ فِي الْاَرْضِ الْخَالِئَةِ اَدْرٰهُمْ نَارِ جَهَنَّمَ كَاشْرَ طَرَفِ مِثْقَالٍ (۱۱: ۱۷) ان لوگوں نے انکو ہدایت دینے کا قصد فرمایا ہے۔ ہدایت کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ لیکن شرکی نسبت کو جموں سے لگایا ہے اس کی تفسیر یہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کی گئی ہے۔ لیکن غیبت کا اسناد جموں کو۔ جیسا کہ آیت میں اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ نِیْلًا الْمُحْضَرُ عَلَیْہِمْ (۱۱: ۱۷) حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو ہدایت دی۔

اسی طرح حضرت خضر علیہ السلام کے قصہ میں خضر علیہ السلام نے اپنے افعال کی اہمیت بتاتے ہوئے جہاں کشتی کے توڑنے کا ذکر کیا ہو اسکو اپنی طرف منسوب کیا ہو کہ:-

فَادْرَبْتُ اَنْ اَحْيِيَهَا (۱۸: ۷۹) | میں نے یہ چاہا کہ اسکو عیب لگا دوں۔

لیکن یتیموں کی دیوار کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

فَاَدْرَبْتُ اَنْ يَبْلُغَا اَسْنَدَهُمَا وَيَسْتَحْيِيَا | اے اللہ! تو میرے رب نے ارادہ فرمایا کہ وہ دونوں یتیم
گزرہما۔ (۱۹: ۸۲) | اپنی بلوغت کی حد کو پہنچ کر اپنا خزانہ نکال لیں۔

قال اللہ تعالیٰ:-

وَلَكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَذَكَرَ
فِيْ قُلُوْبِكُمْ۔ (۴۹: ۷) | لیکن اللہ تعالیٰ ہی نے تمہارے دلوں میں ایمان کی
محبت ڈالی اور اسکو تمہارے دلوں میں ثبت کر دیا۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:-

ذِيْنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ۔ (۱۳: ۳) | لوگوں کے دلوں میں خواہشات نفسانی کو عزیز کر دیا۔

اول الذکر آیت میں زینت کا فاعل مذکور ہی کیوں کہ یہ زمین خیرخص ہے، مہلین و مری
آیت میں فعل مجہول استعمال کیا گیا ہے کیوں کہ یہ زمین شہرہ مشتمل ہے۔

حضرت ابراہیم کا تہرہ

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے رب جلیل کی صفات عابیانہ نفاذ
میں بیان کرتے ہیں:-

الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِيْ " وَالَّذِيْ
هُوَ يَطْعَمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ " وَاِذَا امْرَاَتِيْ
فَهُوَ يَسْقِيْنِيْ " وَالَّذِيْ يُمِيتُنِيْ ثُمَّ
يَحْيِيْنِيْ " وَالَّذِيْ اَطْعَمُنِيْ اَنْ يَغْفِرَ لِيْ
وہ خدا جس نے مجکو پیدا کیا اور وہی مجکو
ہدایت دیگا۔ وہی خدا ہے جو مجکو کھانا پلاتا ہے اور جب میں
بیمار ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے۔ وہی خدا ہے جو مجکو موت
دے گا اور پھر مجکو زندہ کرے گا وہی خدا ہے جس سے میں

حَطِیْتُ یَوْمَ الدِّینِ

(۶۶: ۸۲ تا ۸۶)

اُسیدر کھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہوں کو
بخش دے گا۔

اس میں جو خیر و کمال کے مثالیں ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیے گئے ہیں
لیکن نقص و عیب کی باتیں مثلاً مَنْ شَاءَ مَرَّشْ اور گناہ ابْرَاهِمْ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ نے اپنی طرف
منسوب کی ہیں کہ وَالَّذِينَ لَيْسَ إِلَهُكُمُ اللَّهُ۔ اس قسم کی مثالیں کلام مجید میں بکثرت پائی جاتی ہیں
جن کو ہم نے انفواء المکذبتین بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اور یہ نکتہ بھی لکھا ہے کہ الَّذِينَ
أَتَيْنَهُمُ الرِّكْبَ (بصیغہ معوف) اور الَّذِينَ أُوْتُوا الرِّكْبَ (بصیغہ مجہول) کا باہمی فرق
اسی اصول پر بنی ہو۔ اصل معروف جن کے مقام پر استدلال ہوا ہو اور فعل مجہول ذم کی جگہوں
میں ارشاد ہوا ہے۔ اسی طرح ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

فَمَنْ أُوْتِنَا الرِّكْبَ الَّذِي بَنَیْنا
مِنْ عِبَادِنَا۔ (۳۵: ۲۱)

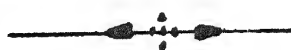
پھر اپنے چنے ہوئے بندوں کو ہم نے کتاب کا
دارث بنایا۔

اسکے بالمقابل دوسری جگہ فرمایا ہے۔

فَرَأَى الَّذِیْنَ أُوْتِرُوا الرِّكْبَ مِنْ بَعْدِهِمْ
لَعْنَةُ شَرِّ مَعْدُودٍ (۴۲: ۱۱۳)

وہ لوگ جن کو ان کے بعد کتاب کا دارث بنایا
گیا ایک قوی شک میں پڑے ہیں۔

بہر کیف عالم میں جہاں کہیں بھی خیر و کمال ہو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو بہر خلاف
اسکے تشر و نقصان کی نسبت سے اُسکی ذات، اُسکی صفات اور اُسکے افعال منزہ اور برتر ہیں۔



باب (۲)

تفسیر سورۃ الفلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا
خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝
وَمِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ
شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا اَحْسَدَ ۝

کہہ : میں روشنی سبح کے مالک خدا کے ساتھ پناہ
مانگتا ہوں، ہر ایک قسم کے شر سے (میں پناہ مانگتا ہوں)
جو کسی مخلوق میں پایا جائے، اور شب تاریک کے شر سے
(میں پناہ مانگتا ہوں) جبکہ وہ چھا جاتی ہو، اور گامخوں
پر پھونکنے والی جاعتوں (جاودگر) کے شر سے (میں پناہ
مانگتا ہوں، اور مارنے کے شر سے (میں پناہ مانگتا ہوں) اور کج

فصل اول

شر کی پہلی قسم

استعاذہ من شر ما خلق

ہر ایک قسم کا شر جو کسی مخلوق میں پایا جاتا ہے، من شَرِّ مَا خَلَقَ کے مفہوم میں داخل ہے۔

ما خلق سے مراد

کسی مخلوق کا لفظ انسان، جن، جملہ حیوانات، حشرات الارض، آندھی، بجلی اور دیگر تمام
آفات سماوی اور ارضی مشتمل ہے۔ اور اگرچہ اس لفظ کو عام ترین معنوں میں لیا گیا ہو، لیکن پھر بھی
اس کا عموم اپنے مضاف لفظ شر کے ساتھ مقید ہے اور اس لیے اس کا عموم مطلق نہیں جس کے

یہ معنی ہو کہ ہر ایک چیز میں شر پایا جاتا تو بلائے اسکے معنی یہ ہیں کہ ہر ایک شے سے پناہ مانگنا ہوگا۔
 جو کسی مخلوق میں پایا جاتا ہو۔ بالفاظ دیگر عموم پہلے لفظ میں مطلق ہے یعنی ہر ایک قسم کا شر اور
 دوسرے میں تنقید یعنی کسی مخلوق جس میں شر پایا جاتا ہو۔ ہر ایک مخلوق اس سے مراد نہیں
 کہوں کہ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک مخلوق میں شر کا وجود ہو۔ چنانچہ جنت ایک ایسا مقام ہے جس
 میں شر کا مطلق وجود نہیں۔ اسی طرح ملائکہ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وجود خیر محض ہوگا
 انہیں کی بدولت دنیا میں ہر ایک قسم کا خیر برکت پھیلا ہے۔

انصر من شر ما خلق اپنی تدبیر کے لحاظ سے ہر ایک مخلوق کے خیر کو دنیا اور آخرت میں
 پایا جاتا ہے شامل ہے۔ اور شے میں۔ لاس و ابحق کا شر، درندوں اور خزندوں کا شر، جڑی بوٹی کا
 شر، آندھی اور طوفان کا شر، بجلی اور زلزلے کا شر، اور جملہ آفات و بلیات ارضی و سماوی کا شر
 اس کے مفہوم میں داخل ہے۔

استعاذہ سفر

اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ جو شخص کسی مقام پر اتر کر
 یہ الفاظ کہے۔ اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ (اے اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات
 کی پناہ ڈھونڈ کر ہر ایک مخلوق کے شر سے پناہ مانگنا ہوں) تو اسکو کوچ کر نیکی وقت تک کسی قسم کا
 ضرر نہیں پہنچے گا۔

سُئِنَ ابوداؤد میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم جب سفر میں ہوتے تھے اور رات پڑ جاتی تھی تو یہ الفاظ فرماتے :-

اے زمین! میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ	بَارِسْ دَبِي وَرَدَّكَ اللّٰهُ اَعِيْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ
کے سامنے پناہ مانگتا ہوں میرے شر سے اور اُس چیز	وَمِنْ شَرِّ مَا قَبْلَكَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْتَظِرُكَ
شر سے جو تجھ میں ہے اور اُس چیز کے شر سے جو تجھ میں	عَلَيْكَ اِيْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَمِنْ شَرِّ مَا قَبْلَكَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْتَظِرُكَ

یہ استعاذہ اہل ریلوے کے اس استعاذہ کا ترجمہ ہے۔ اے زمین! میرا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پناہ مانگتا ہوں میرے شر سے اور اُس چیز کے شر سے جو تجھ میں ہے اور اُس چیز کے شر سے جو تجھ میں

والعقب ومن ساکن البلد ومن شرّ
والد وما ولد۔

(ابوداؤد)

ازداسے، سانپا اور بچھو سے، شہر کے باشندوں
کے شر سے اور والد اور مولود کے شر سے۔

ایک دوسری حدیث میں استعاذہ کے الفاظ اس طرح ہیں:

اعوذ بکلمات اللہ التامات
التي لا يمجأ وزهن بئرا ولا فاجر
من شرّ ما خلق وذراؤه وولده
ومن شرّ ما نزل من السماء
وما يعرج فيها ومن شرّ ما ذلّ
في الارض وما يخرج منها
ومن شرّ فتن الليل والنهار
ومن شرّ كل طارق الا طارقا
يطرق بخير يا رحمن۔

میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں
جس کے حکم کے دائرہ سے کوئی نیک اور بد باہر نہیں
ہر ایک قسم کے شر سے جو کسی مخلوق میں پایا جاتا ہو
جس کو اُس نے پیدا کیا اور اُس چیز کے شر سے جو سما
سے اُترتی اور اس میں بڑھتی ہو، اور اس چیز کے
شر سے جس کو اُس نے زمین میں پھیلا دیا ہو اور جو
اُس سے نکلتا ہو۔ اور دن اور رات کے فتنوں سے
اور ہر ایک رات کے وقت آنیوالے کے شر سے سوا
اُس رات کے وقت آنیوالے کے جو خیر لیکر آتا ہو
میرے مہربان خدا!

فصل دوم

شر کی دوسری قسم

استعاذہ من شرّ غاسق

اس سورۃ کی دوسری آیت:-

مِنْ شَرِّ غُلَاسٍ إِذَا وَقَبَ

اور میں پناہ مانگتا ہوں شب تاریک کے شر سے جبکہ
وہ بچا جاتی ہو۔

تخصیص بتعہید ہو۔

غاسق کے معانی

اکثر مفسرین کا قول ہے کہ غاسق کے معنی شب تاریک ہے۔ اور بقول ابن عباس رضی اللہ
عنه اس کا اشتقاق غسق سے ہے، جسکے معنی ہیں رات کی تاریکی جیسے کہ اس آیت میں ہے کہ:-
اقِمِ الصَّلَاةَ لَدُلُوْا إِلَيْكَ مِنَ الشَّمْسِ إِلَى غَسَقِ | نماز کو قائم رکھ سوچ کے ڈھلنے کے وقت سے رات
الْبَيْتِ - (۱۵: ۷۸) کی تاریکی تک۔

حسن اور مجاہد اور مقاتل رضی اللہ عنہم نے بھی اپنی اپنی عبارتوں میں لفظ مذکور کی تقریباً
یہی تشریح کی ہے، لیکن بعض کے نزدیک غسق کے معنی ٹھنڈک اور خنکی کے ہیں۔ اور چوں کہ رات
کو عموماً خنکی ہوتی ہے۔ اسلئے اسکو غاسق کہتے ہیں اس کا شاہد غسق کا لفظ ہے جو بقول ابن
عباس و مجاہد و مقاتل رضی اللہ عنہم زہرہ کو کہتے ہیں۔ لیکن ان دونوں اقوال میں کوئی مخالفت
نہیں کیوں کہ رات کے وقت تاریکی اور خنکی دونوں پائی جاتی ہیں۔ اور دونوں اقوال کے
بہوجب وجہ فیمہ مختلف ہونے کے باوجود مستثنیٰ ایک ہے، یعنی یہ کہ غاسق سے مراد رات ہے۔ لیکن
آیت کے مناسب تاریکی کے معنی ہیں، کیوں کہ اکثر فسادات رات میں تاریکی کی وجہ سے رونما
ہوتے ہیں نہ کہ اس کی خنکی کی وجہ سے۔ اس لیے استعاذہ کے مناسب حال غاسق کے
معنی شب تاریک کے ہیں۔ نیز مستعاذہ کو رب الفلق (مردوشنی صبح کا مالک خدا) کے لفظ
سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی غاسق کے معنی شب تاریک ہو تو اس سے مستعاذہ
اور مستعاذہ میں کامل مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

غاسق سے مراد چاند

ترمذی میں ایک من صحیح روایت ہے کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی

اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ کر انہیں چاند کی طرف متوجہ کیا اور فرمایا کہ اس کے شر سے پناہ مانگو کیونکہ یہی غاسق ہے
 کہا جاسکتا ہے کہ چون کہ یہ ایک مرفوع روایت ہے اسلئے تمام دوسرے اقوال پر اسکو ترجیح دینا
 لازم ہوگا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تفسیر بے شک درست ہے، لیکن یہ پہلی تفسیر کے مخالف نہیں
 بلکہ اس کے موافق اور اسکی تائید ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَاتَيْنِ فَمَنْ كَانَا آيَةً
 الْبَيِّنَاتِ وَجَعَلْنَا آيَةً النَّهَارَ مَبْصُورَةً۔
 ہم نے دن اور رات کو اپنی قدرت کی دو نشانیاں
 بنایا پھر رات کی نشانی کو ہم نے مٹا دیا اور دن کی
 نشانی کو ہم نے روشن بنا دیا۔
 (۱۴: ۱۲)

اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ چاند رات کی نشانی ہے، اسلئے رات اور چاند کے مفہوم میں ملازم
 ہے دو دونوں کا مفہوم آپس میں لازم ملزوم ہے، اسلئے دونوں پر غاسق کا اطلاق ہو سکتا ہے اور
 اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی ایک معنی کی تخصیص کرنا اس بات سے مانع نہیں کہ دوسرے
 معنی بھی مراد ہوں۔ چنانچہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی صحابی نے یہ دریافت کیا کہ:

مَسْجِدُ اُرْتَسَ عَلَى النَّفْثِ (۹: ۱۰) (وہ مسجد جس کی بنیاد نفث سے پر رکھی گئی۔) اور جس کا
 سورہ توبہ میں ذکر ہے) سے کوئی مسجد مراد ہو تو اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میری مسجد ہے۔

اب اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آیت کریمہ میں اس سے مسجد قبا مراد ہو بلکہ مَسْجِدُ اُرْتَسَ عَلَى
 النَّفْثِ اپنے عمومیت مفہوم کے لحاظ سے دونوں مسجدوں کو شامل ہے۔ یا جیسے کہ اُن حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی طرف اشارہ
 کر کے فرمایا کہ: بار خدایا! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اب اسکے یہ معنی نہیں کہ اُن حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی ازواج اسکے مفہوم سے خارج ہیں بلکہ دراصل آیت کا نزول ازواج مطہرات ہی
 کے لئے تھا جیسے کہ سیاق سے واضح ہے۔ اسکی توضیح ایک اور مثال سے ہو سکتی ہے۔ اُن حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: لیس السدید بالصهرۃ انہما السدید الذی یملاک نفسہ
 عند الغضب پہلوان وہ شخص نہیں جو لوگوں کو کچھاڑتا پھرے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ کے

وقت اپنے آپ کو ضبط میں رکھے؟ اب اسکے یہ معنی نہیں کہ جو شخص دوسروں کو بچھاڑتا ہو وہ پہلوان نہیں بلکہ اسکے یہ معنی ہیں کہ جو شخص غصہ کے وقت میں اپنے آپ کو ضبط میں رکھ سکتا ہو وہ بطریق اولیٰ پہلوان ہو۔ اسی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند کی طرف اشارہ کر کے یہ فرمایا کہ هَذَا هُوَ الْغَاسِقُ یہ معنی نہیں رکھتا کہ شب تاریک غاسق کا مفہوم نہیں بلکہ اسکے یہ معنی ہیں کہ پانچ بجے غاسق کے مفہوم میں داخل ہو۔

اذا وقب کے معنی

یہ قول ضعیف ہے کہ غاسق سے مراد چاند بحالت خسوف ہو۔ اور اذا وقب کے یہ معنی ہیں کہ جب اس کا گرہن لگ جاتا ہے۔ یہ سلف میں سے کسی کا قول نہیں۔ ترمذی کی حدیث میں اس بارے کا کچھ ذکر نہیں کہ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا هَذَا هُوَ الْغَاسِقُ تو اُس وقت وہ خسوف زدہ تھا۔ لیکن اگر وہ خسوف زدہ ہوتا تو راوی پر لازم تھا کہ وہ اُس حالت کی تصریح کرتا۔ علاوہ ازیں لغت سے اسکی تائید نہیں ہوتی، کیوں کہ وقب کہیں بھی خسوف کے معنوں میں استعمال نہیں ہوا بلکہ وقب کے معنی دخول کے ہیں۔ وَمِنْ شَرِّ عَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ يَلَمِّنُ شَرَّ اللَّيْلِ اِذَا دَخَلَ بعض مفسرین کا قول ہے۔ کہ عَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ کے معنی ہیں ثریا کے ستارے جب کہ غروب ہونے لگیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ثریا (پریوں) یا خوشہ آسمان کا جب طلوع ہوتا ہو تو بیاباں اور آفتیں کم ہو جاتی ہیں لیکن اسے غروب ہونے کے زمانہ میں بیابیوں اور آفتوں کا نزول ہوتا ہو۔ اگر ان لوگوں کی مراد اپنے قول سے یہ ہو کہ غاسق کا لفظ اپنے عموم کے لحاظ سے پروں کی اس حالت تھا کہ کو بھی شامل ہو تب تو اس میں کچھ حرج نہیں اور ممکن ہے کہ ایسا ہو، لیکن اگر ان کا خیال یہ ہو کہ غاسق کا مفہوم (شب) کے بیان کردہ معنوں تک محدود ہو تو یہ قطعاً باطل ہو۔



منزل سوم

رات اور چاند سے استعاذہ کی حقیقت

رات کی تاریکی

شب تاریک اور چاند کے شمر سے استعاذہ اسلئے نامور رہا ہوا ہے کہ رات کے آغاز پر شیطانی شے جو غیبت و خبیثہ ہے اور شیطان کا بیج پھرنے سے اس بیج کو ایک صحیح حدیث میں یہ کہ سورج کے غروب ہونے پر جا بجا شیطان پھرنے لگتے ہیں۔ اور اسی لئے اس حضرت علیؑ نے کہا "شاوہ کڈوب کے بعد اپنے بچوں کو باہر نہ جانے دو اور چوہا لیا کو گھر میں باندھ رکھو، عنک کہ عشاء نہ مل جائے" ایک اور روایت میں یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ کے موافق اپنی مخلوق کو پھیلا تا ہے۔ رات، تاریکی کا وقت ہے اور اس میں شیاطین الالاس و لجن کو وہ غلبہ حاصل ہو سکتا جو دن کے وقت سورج کی روشنی میں حاصل نہیں ہو سکتا۔ دن، روشنی کا وقت ہے اور شیطان کو اس سے نفرت ہے۔ وہ تاریکی کو زیادہ پسند کرتا ہے اور سیاہ کا تاریک عمل لوگوں پر اس کو تسلط حاصل ہوتا ہے۔

دن کی روشنی

کہتے ہیں کہ سلسلہ کذاب (یعنی نبوت) سے کسی نے دریافت کیا کہ تم پر کس طرح اور کن وقتوں میں انقاہ ہوتا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ جب گھپ اندھیرا ہوتا ہے تو مجھ پر انقاہ ہوتا ہے پھر میں نے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا دن کی روشنی میں مجھ پر وحی آتی ہے۔ اس سے اس نے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیائی اور اول الذکر کے جھوٹا ہونے پر استدلال کیا۔ یہی طرح جادو کا اثر بھی رات کو زیادہ ہوتا ہے۔ اور جادو کے جو اعمال رات کے وقت عمل میں آتے ہیں جیسے جادو پر مشتمل ہے کہ ان کا اثر قوی تر ہوتا ہے اور جس طرح تاریک گھر

اور تاریک حکیمیں شیطان کا سکون اور آسکی جولان گاہ بنی رہتی ہیں۔ وہی طرح جو دل اللہ تعالیٰ کی بات سے منور نہیں ہوئے وہ بھی شیطان کے اثر کو زیادہ قبول کرتے ہیں۔ اور وہ ان کے اندر آسانی سے گھس جاتا ہے۔

فصل پیام استعاذہ برب الفلق کے اسرار

نور اور ظلمت

اس سے تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ رَبِّ الْفَلَقِ (صبح کا مالک خدا) کا لفظ یہاں پر استعمال کرنا کہاں تک موزوں اور مناسب ہو صبح کی روشنی سے نور کی بادشاہت کا آغاز ہوتا ہو۔ اس کے ظہور پر نایکی کا اشکار شکست کھا جاتا ہے اور رات کی تاریکی میں شرور پھیلانے والوں کی جمعیت ہتر بتر ہو جاتی ہے۔ ہر ایک غیبت الطبع شرمیر۔ تمام چہرہ اور مہرزن بے مقصدہ پرواز حق اور شیطان کسی نہ کسی جگہ چھپ جاتے ہیں اور نہ ہزار خندے اپنے پیلوں میں گھس کر نظروں کا تاب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مامور فرمایا ہے کہ روشنی کے مالک خدا کے ساتھ پناہ مانگیں جو ظلمت کی شکست کا موجب ہے۔

تقابل ایمان و کفر

اللہ تعالیٰ نے ہر ایمان اپنے کلام پاک میں اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔ اور کافروں کو تاریکی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے۔

اللَّهُ ذُو الْإِيمَانِ الَّذِي يَصْرِفُ الْوُجُوهَ مِمَّنْ يَشَاءُ
رَبِّ الْمُنِيرِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَصْحَابُ الظُّلُمَاتِ
يَجْرُونَ بِحُجْرٍ مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى الظُّلُمَاتِ (۲۵: ۴۰)

اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے لیکن کافروں کے دوست شیطان ہیں جو ان کو روشنی سے نکال کر تاریکی کی طرف ہٹاتا کرتے ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

أَوَمَنْ كَانَ مَبْتَاعًا فَاجْتَنَيْنَاهُ وَجَعَلْنَاهُ
نُورًا يَمْشِي بِهُ فِي النَّاسِ كَمَنْ قَتَلَهُ فِي
الْظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِنْهَا (۱۱۳:۶)

کیا وہ شخص جو پختہ مردہ تھا، حیرت میں نے اسکو زندہ کیا
اور میں نے اسے روشنی بنائی جو لوگوں میں اسے
مشعل زدہ کا کاروبار کی طرح نکلتی ہے۔ اس شخص کے برابر جو
تاریکیوں میں بدنامی میں سے نکلتے ہیں، انکو نہیں جانتی

اسی طرح کافروں کے لیے مثال بیان فرمائی ہے:-

أَوَظَلُمْتُ فِي شَيْءٍ لَّيْسَ بِنُورٍ مُّجِيدٍ
قُوِّقَهُ مُوجٌّ مِنْ فَوْقِهِ سَحَابٌ ظَلُمْتُ
بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ زِدَّ أَخْرَجَ يَدَهُ لَوْ
بَكَدِيرٌ لَهَا وَمَنْ لَوْ يَجْعَلُ اللَّهُ لَهُ نُورًا
فَمَا لَهُ مِنْ نُّورٍ

انکی مثال ایسی تو مجھے کوئی اندر کی باتوں میں تارکیوں
کے اندر محصور ہو کر تیرتہ لہر کے اوپر بادلوں کی بھی
ایک تہہ جو چہرے سے اور دھندلے کی بھی تہیں بن
گئی ہوں اپنا ماتھہ نکالنے پر اسکو وہ ماتھہ تھکے کھائی
نہیں دیتا اور جسکو اللہ تعالیٰ نے نور نہیں دیا وہ نور
سے بالکل محروم رہ گیا۔

(۱۱۴: ۲۴)

اس آیت سے پہلے کی آیت میں مومنوں کی مثال حسب ذیل بیان فرمائی ہے:

مَثَلُ نُورِهِ كَمِشْكَاةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ
فِي زُجَاجَةٍ وَالزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ
دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ زَيْتُونَةٍ
كَاشْرَ قَيْصَرَةٍ ذَا شَعْرَةٍ بَيِّنَةٍ يَكَادُ زَيْتُهَا قَضِيَّةً
وَأَوَّلُكُمْ مِمَّنِ اسْتَبَاكَ نَارُ نُورٍ عَلَى نُورٍ يَهْدِي
اللَّهُ لِنُورِهِ مَنْ يَشَاءُ

اسکے نور کی مثال ایک تلپتے کی ہے جس میں ایک
چراغ دھندلے ہوئے چرند ایک شیشے کے اندر ہو
ایک ستارہ درخشاں کی طرح چمکے ہوئے چراغ ایک
مبارک درخت سے نور زیتون کی عمدہ ترین قسم کے تیل
سے جلا یا جا رہا ہو جو قریب ہو گا گ کے ساتھ چھو
جانے سے بھی پختہ ہوگا اُسے نور پرستہ روشنی
روشنی ہو اور اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے اپنے نور کی نظر
ہدایت فرماتا ہے۔

(۲۴: ۳۵)

الغرض ایمان ایک نور ہے۔ نہ مائل نور کی طرح ہے۔ اس کا مستقر موس کا دل ہے جو چراغ کی طرح روشن ہے اور ایمان والوں کا رابطہ غیض ارجح نیبہ اور طائفہ غیہم اسلام کے نورانی وجودوں کے ساتھ رہتا ہے۔ برخلاف اسکے کہ اور شرک ایک تاریکی ہے جس کا مائل تاریکی کی طرف اور اسکی قرار گاہ کافروں کے پر ظلمت دل ہیں اور اہل کفر کا میل جن ارجح خبیثہ اور شیطانی کی تاریکی مستیوں کے ساتھ ہے۔ اس لیے سرور مطلق میں روشنی صبح کے مائل نہ اسے ساتھ شب تاریک کے شہرے پہاہ لگی گئی ہے (ذائل) اور اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ کلام میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صدق رسالت کی ایک بیڑی لیل ہے اور وہ شیطانی کے آمد کلام کے عین متضاد ہے۔

وَمَا تَكُنْ لَّيْلًا وَلَا يَنُورُ السَّيِّطُ لَيْلٌ وَلَا يَنُورُ الْيَوْمُ
وَمَا يَسْتَطِيعُونَ - (۲۴ : ۲۱ - ۲۱)

اس کلام پاک کو شیطانیوں نے نہیں سارا اور نہ ہی ایسے پاکیزہ کلام کا اتنا ناممکنہ حرب طال اور نمکے لیے ممکن ہے۔

فصل نجم

تفسیر فلق

فلق بمعنی بھوٹنا

لفظ فلق روشنی صبح کا اور پہلے شے پر اگر منعقدی فعل ہونو چہرے بھڑکنے سے یہ دلالت کرتا ہے اور یہ صفت کم و بیش تمام مخلوقات میں پائی جاتی ہے، چنانچہ صبح کی پوٹھٹنا، اناج کے دانوں اور گٹھیلوں کا پھوٹنا، زمین کا پھوٹنا اور اُسکے انواع و اقسام نباتات کا پھوٹ کر نکلنا، پہاڑوں سے چشموں کا پھوٹنا، مبادلوں کا پھوٹ پٹنا اور ان سے بارش کا نازل ہونا، رحم مادر کا پھوٹنا اور اس سے بچہ کا پیدا ہونا وغیرہ وغیرہ۔

فلق بمعنی لزوم علیحدگی

پُھر اُٹنے کے ساتھ دونوں چیزوں میں فرق سمجھانا اور علیحدگی نمودار ہونا لازم ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ کی یہ تذکرہ جہانی شہاد میں یہ صفت پائی جاتی ہے، اُسی طرح اللہ جل شانہ حق اور باطل کو بھی جدا کرتا اور ان میں علیحدگی پیدا کرتا ہے اور اسی لیے اس نے اپنی کتاب مقدس کا نام فرقان رکھا ہے۔ یعنی حق اور باطل میں جراتی کوسے فانی کتاب علیٰ ہذا جب اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی حمایت فرماتا اور ان کے دشمنوں پر عذاب و ہلاکت نازل فرماتا ہے جس سے حق اور باطل میں علیحدگی نمودار ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس فعل کو بھی فرقان کہا جاتا ہے۔

وَإِذَا أَنشَأْنَا مَعَ الْكُتُبِ وَالْقُرْآنِ | جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک کتاب دی اور اسکے دین حق کا بول بالا کر دیکھے لیے اسکو فرقان دیا۔ (۲: ۲۵۳)

اُسکے دوستوں اور دشمنوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ ایک فریق کو نجات دی اور دوسرے کو عذاب کر دیا۔ اس سے بھی تم کو سرِّ الخلق اور سرِّ شَرِّ ظالمین اِذَا وَقَبَ کے درمیان معنوی امتیاز واضح ہو گئی ہوگی۔ (فتاقل)

فصل ششم

شر کی تیسری قسم

استعاذہ من شر الثُّلُثِ

وَمِنْ شَرِّ الثَّفَثِ فِي الْحَقْدِ | اور گانٹھوں پر پھونکنے والی جاعتوں کے شر سے میں پناہ مانگتا ہوں۔

اس آیت میں شر کی تیسری قسم کا ذکر ہے۔ گانٹھوں پر پھونکنے والی جاعتوں سے وہ لوگ مراد ہیں جو کسی دھماکے میں گور میں لگا کر ہر ایک گھر پر جادو کرنے کی غرض سے کچھ منتر جنتر پڑھتے ہیں اور چوں کہ ساحر (جادوگر) کا نفس کیفیتِ خبیثہ کے ساتھ آلودہ ہوتا ہے اور ماضی سبب کی

وجہ سے شیاطین کے نفوسِ خبیثہ اسکی اعانت کے لئے آمادہ ہوتے ہیں۔ قانونِ قدرت کی مقررہ دفعات (جس کی حقیقت اور تفصیل کا علم صرف خدا کے عالمِ الہیب کو ہو) کے بموجب اس کا اثر صحیح رہتا ہو۔ التَّقْنُتُ کا لفظ جمع مؤنث ہو۔ اور اس لئے یہاں پر ایک سوال وارد ہوتا ہو کہ :-

سوال

سحر کا عمل تو مذکور اور مؤنث دونوں سے صادر ہوتا ہو، پھر مؤنث کی تخصیص کیا معنی رکھتی ہو؟

جواب

اس کا جواب ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہو کہ اس صیغہ کا استعمال تخصیص کے لئے نہیں بلکہ ایک امر واقع کی بنا پر ہو۔ کیوں کہ لبید بن اعصم یہودی کی بیٹیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کا عمل کیا تھا۔ اور اس کا اثر زائل کر نیچے لئے یہ دونوں سورتیں پہلے پہل نازل ہوئی تھیں، لیکن یہ جواب چنداں تحقیق پر مبنی نہیں، کیوں کہ صحیح روایات سے یہ ثابت ہو کہ سحر کرنے والا خود لبید بن اعصم تھا۔ اس لیے تحقیقی جواب یہ ہو کہ چون کہ سحر کے مؤثر ہونے میں نفوس اور رولِ خبیثہ کو بڑا دخل ہو۔ اور یہ دونوں لفظ کلام عرب میں مؤنث استعمال ہوتے ہیں، اس لیے التَّقْنُتُ مؤنث کا صیغہ استعمال کیا گیا۔

واقعہ سحر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا اور اس کا یہاں تک اثر ہوا کہ بعض اوقات آپ کو خیال پیدا ہوتا تھا کہ میں نے فلاں کام کر لیا ہو، لیکن حقیقت میں نہیں کیا ہوتا تھا۔ جب یہ حالت پیدا ہوتی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی اور پھر مجھ سے (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) اس طرح مخاطب ہوئے۔ کیا انکو معلوم ہو کہ جس بات کے لئے میں نے اللہ تعالیٰ اُسے درخوست کی تھی اُس بارے میں مجھ کو

قطعی علم غیبت ہوا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یہ کیسے یا رسول! آپ نے فرمایا کہ میرے پاس (خواب یا سرکاشی کی حالت میں) دو آدمی آئے دیکھ ان میں سے میرے سر جانے بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کے پاس، جس کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا اس شخص کو گلابا جاری کر دو دوسرے نے کہا اس پر جادو کیا گیا ہو۔ پہلے نے پھر کہا کس نے اس پر جادو کیا ہو؟ دوسرے نے جواب دیا کہ لبید بن اعصمؓ۔ پہلے نے دریافت کیا کس چیز کے ذریعہ سے؟ اُس نے کہا کہ کنگھی کے گرائے ہوئے بالوں اور زکندر کے کھبھے کے غلاف کے ذریعہ سے۔ پہلے نے سوال کیا کہ وہ جادو کہاں ہو؟ اُس نے کہا دروان کے کنوئیں میں جو بنی زریق کے قبیلہ میں ہو۔ اس واقعہ کے دکھائی دینے کے بعد آپ اُس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور پس آکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے اس طرح بیان فرمایا کہ اس کا پانی اس قدر سُرخ تھا گویا اس میں مہندی کے پتے بھگوئے گئے ہیں۔ اور اُس کے ارد گرد کچھ بڑے درخت شیطانوں کے سر معلوم ہوتے تھے مزید صورت اور بدنما ہونے کی وجہ سے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! تو آپ نے اس کو نکالا نہیں؟ آپ نے فرمایا جی ہاں اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی تو میں نے مناسب خیال نہیں کیا کہ لوگوں میں فتنہ و فساد پیدا کروں اس کے بعد اُس کنوئیں کو بند کیا گیا۔“

ہل یتخرج السحر

صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت سے بظاہر اُس کا نکالنا ثابت ہوتا ہے۔ اس روایت کے الفاظ حسب ذیل ہیں: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا اور اس کا یہاں تک اثر ہوا کہ بعض اوقات آپ خیال کرتے تھے کہ ہم بستر ہوئے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا تھا۔ سفیان جواس حدیث کا راوی ہے اس کا قول ہے کہ یہ سحر کی شدید ترین قسم ہے۔ ایک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا تم کو معلوم ہے کہ جس بات کے لیے

میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی اس بارے میں کچھ بھی علم نہ تھا اور وہ آدمی میرے پاس آئے۔ ایک میرے سرھانے اور دوسرے میرے سرھانے تھا۔ اُس نے دوسرے سے کہا اس شخص کو کیا ہوا ہو؟ اُس نے کہا اس پر جادو کیا گیا ہے۔ پہلے کہا کس نے اس پر جادو کیا ہو؟ دوسرے نے کہا ابوبکر بن ابی ہریرہؓ۔ یہ نبی کریمؐ کا ایک شخص تھا جو یہودیوں کا حلیف تھا اور منافق تھا۔ پھر پہلے نے کہا اُس نے کس چیز کے ذریعہ سے جادو کیا ہو؟ اُس نے کہا زنجیر کے قابض کے خلاف میں جو دران کے اُنوس میں ایک چٹکی کے پاٹ کے نیچے رکھا ہوا ہو۔ اُسے ابوبکرؓ نے لیا۔ اللہ علیہ وسلم انہیں پہنچا دیے گئے اور اُسکو باہر نکال لیا۔ ایسے فرمایا کہ یہ وہ کُنواں ہو جو جگہ خواب یا مکان شفق کی حالت میں دکھایا گیا۔ اسکا پانی ہمدی کے مینا کے کی طرح سرخ تھا اور اُس کے ارد گرد کھجور کے رشت شیطانوں کے سرخروم ہوتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ پھر اُسکو کھولا کیوں نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جگہ اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی ہو۔ اور میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگوں میں فتنہ و فساد پیدا کر دوں۔“

اس حدیث کا امام بخاری نے عنوان بھی یہ تادم کیا ہے کہ ”هل يستخرج السم؟“ جادو نکالا جائے؟ قتادہ رحمہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ سے سنا کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: ایک شخص پر جادو کیا گیا ہے اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ مہبط ہوتے سے روکا گیا ہو کیا اس جادو کو کھولا جائے؟ اُس نے جواب دیا کچھ حرج نہیں۔ اسکی خرض تو اہلن ہو اور ایسی باتوں سے شریعت نے منع نہیں فرمایا جس میں لوگوں کا فائدہ ہو۔“

تناقض روایات

الغرض دونوں سندیں بالا روایتوں میں بڑا بہ تناقض معلوم ہوتا ہے، ایک سے نکالنا اور ایک سے نہ نکالنا ثابت ہوتا ہے لیکن درحقیقت ان میں کچھ تناقض نہیں نکالنے سے یہ مراد ہے کہ آپ نے خود اسکو نکال کر دیکھا اور پھر فرمایا کہ نہ نکالنے سے مراد یہ ہے کہ جادو

منظر عام پر اسکو نہیں لاسے اور لوگوں کو نہیں دکھایا۔ جس کا مانع بھی آپ نے بیان فرمایا۔ اور وہ یہ ہو کہ اگر آپ ایسا کرتے تو مسلمانوں میں ایک جوش پیدا ہو جاتا اور ان کا خاموش رہنا ممکن نہ تھا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ ساحر کی قوم بھی اس کی حمایت کے لئے کھڑی ہو جاتی اور تہمتیں میں فتنہ و فساد کی آگ مشتعل ہو کر اسکی چنگاریاں دُور و دور تک پھیل جاتیں اور پھر اُس کا فوج کرنا دشوار ہو جاتا۔ اور چوں کہ مقصود حامل ہو چکا تھا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی تھی اس لئے جادو کو نکال کر منظر عام پر لانا اور خواہ مخواہ لوگوں کے پاس تک تحریک دینا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مناسب خیال نہیں فرمایا جو آپ کے کریم نفس ہونے کی ایک روشن دلیل ہو۔

متکلمین کا قول

یہ حدیث اہل علم کے نزدیک ثابت ہو اور سب سے اسکو مقبول قرار دیا ہو کسی کو بھی اسکی صحت میں اختلاف نہیں لیکن اکثر اہل کلام نے اس حدیث کی صحت سے انکار کیا ہو۔ اور اسکی تکذیب کی ہو۔ چنانچہ بعض متکلمین نے اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہو۔ اور جو لائل انہوں نے اس حدیث کے رد میں لکھے ہیں ان کا مختص یہ ہو کہ اس حدیث کے راوی کو غلطی ہوئی ہو۔ اور حقیقت میں کوئی اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے یہ بعید ہو کہ آپ پر سحر کا اثر ہو۔ کیوں کہ اگر ہم ماں لیں کہ آپ پر جادو کا اثر ہوا تھا تو اس سے کافروں کے قول کی تصدیق ہو جائے گی جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سحر رکھا کرتے تھے بلکہ انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں بھی کافروں کو ایسا ہی بکواس کیا کرتے تھے۔ چنانچہ فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا:-

وَرَاقٍ لَا ظَلْمَ لَكَ يَمْوَسَّىٰ مَتَمَحَّىٰ (۱۰۱:۱۰۱) | اور اے موسیٰ میری توجہ اس پر کہ تم پر کسی نے جادو کیا ہو

اور صالح اور شعیب علیہم السلام کی قوم نے ان کو انہی لفظوں سے مخاطب کیا تھا:-

خَلَسَ سِرِّيهِمْ وَجَمَعْنَا بَيْنَهُ حَقِيقَةَ الصَّحْحَىٰ کے نام سے ایک رسالہ لکھا ہو ۱۶ مترجم

لَا تَمْلِكُ اَنْتَ مِنَ السَّحَابِ شَيْئًا (۲۶: ۱۵۳) | بیشک تم ان میں سے جو جن پر جادو کیا گیا ہو۔

لیکن یہ کفار کا قول ہے اور حقیقت یہ ہے کہ انبیائے علیہم السلام کا سحر کے اثر سے محفوظ رہنا لازم ہے، کیوں کہ اگر ہم اس کو جائز تصور کریں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ شیطان کے اثر میں آسکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں حمایت اور عصمت کا جو وعدہ فرمایا ہے اللہ تعالیٰ نے اُس کو پورا نہیں کیا۔ وغیرہ وغیرہ!!

اہل علم کی رائے

متکلمین کے یہ دلائل علمائے حدیث کے نزدیک کچھ وزن نہیں رکھتے، کیوں کہ ہشام جو اس حدیث کا راوی ہے نہایت ثقہ اور بہت بڑا عالم ہے۔ اور ائمہ حدیث میں سے کسی نے بھی انکی روایت کو قابل اعتراض خیال نہیں کیا۔ اس لئے متکلمین کی جس جرح سے وہ مطعون قرار نہیں دیا جاسکتا۔ علامہ ابن ہشام سے قطع نظر کر کے دوسرے متعدد راویوں نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اور امام بخاری اور امام مسلم کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اہل حدیث میں سے کسی نے بھی ان کے اس فیصلہ پر کچھ جھنجھکی نہیں کی۔

مفسرین، اہل حدیث، فقہاء اور مؤرخین سب کے نزدیک یہ ایک مشہور اور تسلیم شدہ واقعہ ہے۔ اور متکلمین کی نسبت یہ لوگ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و حالات زندگی کو زیادہ اچھی طرح جانتے ہیں۔ ابو بکر بن ابی شیبہ نے زہب بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک یہودی نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تھا جس کے اثر سے کئی روز تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شکایت رہی۔ اس کے بعد جب یہیل علیہ السلام آپ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اور اگر میں لگائی ہوں، چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر وہ گریہ کرکے (کنوئیں سے) نکلوایں اور ان کو کھولنا شروع کیا۔ جب ہی آپ کوئی گڑھ کھولتے تھے اُس سے آپ کو تخفیف محسوس

ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ جب تمام گریہیں کھول دیں تو آپ کی طبیعت بالکل ٹھیک ہو گئی۔
آپ نے یہودی سے اس کا ذکر تک نہیں کیا اور نہ کبھی آپ کے چہرہ مبارک پر اسکی کوئی علامت
دیکھی گئی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ایک یہودی غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت کیا کرتا تھا، یہودیوں نے اُسے بہکانا شروع کیا اور اُسکو مجبور کیا کہ وہ ان کو آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنگھی سے گرے ہوئے بال اور آپ کی کنگھی کے چند ایک دندانے
دے، چنانچہ یہودیوں نے ان دونوں چیزوں کے ذریعہ آپ پر جادو کیا۔ اور اس کام کو لیبید
ابن اعصم نے انجام دیا۔

سورۃ قلق اور سورۃ ناس اس بارے میں نازل ہوئیں۔ ان سورتوں کی گیارہ آیتیں
ہیں سورۃ قلق کی پانچ اور سورۃ ناس کی چھ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پڑھنا
شروع کیا، تو ہر ایک آیت کے ختم ہونے پر ایک گرہ کھل جاتی تھی، یہاں تک کہ تمام گرہیں
کھل گئیں۔ اور آںحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیماری کے اثر سے بالکل آزاد ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھ مہینے تک اسکے اثر میں مبتلا رہے۔
تیس دن تک اسکی شدت رہی۔ اور بالآخر معوذتین نازل ہوئیں۔

جادو ایک عارضہ ہے

متکلمین کے جواب میں اہل حدیث کہتے ہیں کہ جادو کا اثر بھی دوسری بیماریوں کی
طرح ایک عارضہ ہے، جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ مدت تک مبتلا رہے۔ اور پھر اللہ
تعالیٰ نے آپ کو اس سے نجات دی اور شفا بخشی۔ بیماری کا عارضہ ایسا انبیاء علیہم السلام
کے لیے کوئی عجیب کی بات نہیں (بلکہ انکی بشریت کا اقتضا ہے) یہاں تک کہ بعض حالات میں
میں ان پر بیہوشی بھی طاری ہو سکتی ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مرض الموت میں
چند مرتبہ اس کا طاری ہونا صحیح روایت سے ثابت ہے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالافانہ سے گرے تو آپ کا قدم اکھڑ گیا آپ کے قدم کی ہڈی اتر گئی، اور ایک فوج گھڑے سے گرنے کا اتفاق ہوا تو آپ کسی دن تک باہر نہیں نکل سکے کیوں کہ آپ کا پہلو سے مبارک چیل گیا تھا۔ اس قسم کے عوارض کا پیش آنا کمال نبوت کے منافی نہیں اور مصیبت سے درجات میں زیادتی ہوتی ہے۔

ایک حدیث کا مضمون یہ کہ سب سے زائد انبیاء علیہم السلام کو تعیناتیں پیش آتی ہیں تم نے انبیاء کرام علیہم السلام، اسلام کے حالات میں پڑھا ہوگا کہ دین حق کی دعوت اور تبلیغ میں ان کو کیا کیا تکالیف و رداخت کرنی پڑیں؟ اس لیے اس میں کوئی تعجب کی بات ہو اگر آپ کو اپنے دشمنوں سے اُنکے جادو کا عمل کرے کی وجہ سے کس قدر تکلیف پہنچی ہو جیسے کہ یہ ایک امر منہ بدم واقع ہو کہ یہاں سے ملتا ہے آپ کو تیر و شمشیر سے زخمی کیا اور ایک مرتبہ اُنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر مبارک پرنا زکوہ حانت میں اوٹھڑی رکھ دی تھی۔ یہ نام واقعات اہل ایمان کی تسم سے ہیں اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہرگز سرشار اور غیب و غیب سے نہیں یہ غلو و ریاضت کا باعث ہے۔

صحیحین میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور کہا اے محمد! کیا تمہیں بیماری کی شکایت ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات میں جواب دیا۔ جبریل علیہ السلام کہا: بِسْمِ اللّٰهِ اَرْفِیْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِیْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ اللّٰهُ یَشْفِیْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْفِیْكَ (ہیں اللہ تعالیٰ کے نام سے تمہارے لیے منتر کرتا ہوں ہر ایک ایسی چیز سے جو تم کو تکلیف دے، ہر ایک نفس کے شر سے اور حاسد کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ ہی تم کو شفا بخشائیت کرے گا، اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے میں تمہارے لیے منتر کرتا ہوں)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی شکایت کسی نفس شریر یا حاسد کے شر سے تھی جس نے

حکم اللہ تعالیٰ کو ان پر طاعت کرنا پڑا تھا جو کہ اگرچہ وہ علی مرتضیٰ بھی تھے ہیں لیکن پھر بھی بشریت کے اوصاف سے وہ بہرہ نہیں نلکی
 رَبَّنَا اِنَّا اَنَابْنَا لَكَ اَبَدًا ۝ وَاَسْأَلُكَ شَرْكَ مَن تَجْهَرُ اَوْ ۱۲ مترجم

زائل کرنے کیلئے جبریل علیہ السلام نے مندرجہ بالا الفاظ میں آپ پر نتر پڑھا۔

منکرین سحر کارو

رہا متکلمین کا یہ ہند لال کہ کافروں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسح رکھا کرتے تھے۔ اور فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو مسح کے لفظ سے اور صالح اور شعیب علیہم السلام کو ان کی قوم نے مسح کے لفظ سے مخاطب کیا۔ الیٰ انہما قال۔ اس کا جواب بعض اہل حدیث نے یہ دیا جو کہ مسح و مسح کا اشتقاق سحر بمعنی ہبہ پھرسے ہے۔ ہوسحور کے معنی پھیرنے والا یعنی انسان۔ اس سے کافروں کی مراد یہ تھی کہ پیغمبر بھی ہماری طرح انسان ہیں لیکن یہ جواب بہت ہی نا پسندیدہ اور دوراز۔ اب ہر کیوں کہ بشر کو مسح کے لفظ سے تعبیر کرنا لغت سے کسی استعمال سے ثابت نہیں۔ اور کلام مجید کو بنور پرٹھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جن کافروں کو کہنا منظر ہوتا تھا کہ تم بھی ہماری طرح انسان ہو وہاں صریح بشر کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ وَقَالُوا لَوْلَا آتَاهُمُ الْكِتَابُ إِن كُنَّا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (۱۰: ۱۱۰) أَبْعَثَ اللَّهُ لَنَسْرًا وَقَالُوا لَوْلَا آتَاهُمُ الْكِتَابُ إِن كُنَّا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (۱۰: ۱۱۰) أَبْعَثَ اللَّهُ لَنَسْرًا

سحر و مسح کی تحقیق

علاوہ ازیں اگر مسح کے معنی پھیرنے والا انسان ہوتا تو فرعون کا یہ کہنا کہ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا مِصْرَىٰ مُسْحَرًا نہایت ہی ہودہ معلوم ہوتا ہے۔ کیا اس کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ایسا پھیرنے والا انسان ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا یہ جواب دینا کہ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَا فِرْعَوْنُ مَحْشَرًا (۱۰: ۱۰۸) اسے فرعون! میں تم کو ہلاک ہونا ہوا خیال کرتا ہوں۔ ناموزوں ہے۔ بلکہ اگر مسح سے مراد انسان ہے تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ جواب دینا مناسب تھا۔ کہ بے شک میں انسان ہوں لیکن بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ جیسے کہ سورہ ابراہیم میں کا منسروں اور نبیاء علیہم السلام کا آپس کا خطاب اس طرح منقول ہے کہ جب کافروں نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے یہ کہا کہ تم بھی تو ہم

جیسے بشر ہو تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے اُسکے جواب میں یہ فرمایا کہ:

إِنْ خُيِّرَ إِلَّا بَشَرًا فَمَنْ لَمْ يَكُنْ اللَّهُ يَمُنُّ | ميک تم جیسے انسان میں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں
عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۝ (۱۴: ۱۱) | میں سے جس کو چاہتا ہوں اپنی عنایت سے مخصوص فرماتا

الغرض بعض اہل حدیث کا یہ جواب نہایت ہی کمزور ہے بعض دوسرے اہل حدیث اور
مفسرین نے جن میں سے ایک ابن جریر طبری ہیں یہ جواب دیا ہے کہ مسحور کے معنی ہیں وہ شخص
جسکو جادو سکھلایا گیا ہو، گو یا ساحر اور مسحور کے اُنکے نزدیک ایک معنی ہیں لیکن طاهر پر مسحور کا طلاق
لغت سے ثابت نہیں بلکہ مسحور اس شخص کو کہتے ہیں جسپر دوسرے نے جادو کیا ہو۔ اور ساحر
اُسکو کہتے ہیں جو سحر کا علم جانتا ہو جیسے کہ فرعون کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام کے حق میں کہا
تھا کہ: إِنَّ هَذَا السَّحِرُ عَلَيْهِ۔ الغرض فرعون نے اُس کو مسحور اور اُسکی قوم نے اُسکو ساحر کہا۔

سحر بمعنی جُن

اس لیے سب سے بہتر ایک تیسرا جواب ہے جس کو علامہ زمخشری مصنف کشاف اور دوسرے
مفسرین نے اختیار کیا ہے کہ مسحور کا لفظ قیاس بغوی کے مطابق اسم مفعول کے معنی رکھتا
ہو۔ لیکن اس کا مادہ سُجْر بمعنی جُن (مجنون) ہوا، مسحور کے معنی بے سمجھ دیوانہ جس کی عقل زائل
ہو چکی ہو۔ جیسا کہ کافروں کا قول تھا کہ:

إِنْ تَسْبَحُونَ إِلَّا رَجُلًا مُسْمِعًا ۝ | (جسکے معنی اس تفسیر کے مطابق یہ ہیں) کہ تم تو دیوانے
مسلوب العقل کے پیچھے جا رہے ہو۔ (۱۴: ۷۷)

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ قابل اتباع و تقلید وہ شخص نہیں ہوتا جو عقل سے خالی ہو۔ وہ جسمانی امراض
اور تکالیف کسی ذی عقل و ہوش کے نزدیک اتباع سے مانع نہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام
کے دشمنوں نے اُن کو امراض اور جسمانی تکالیف کا کبھی طعن نہیں دیا۔ اور نہ ہی اُن کا ایسا کتنا
دوسروں کے لیے اتباع سے مانع ہو سکتا تھا اسی لیے کبھی تو وہ آپ کو شاعر، کبھی ساحر اور
کبھی مجنون کہتے تھے۔ قال اللہ تعالیٰ:-

اَنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوا
فَلَا يَسْتَحْيِعُونَ سَبِيْلًا
دیکھو یہ لوگ تمہارے لئے کیسی کیسی مثالیں بیان کتے
ہیں جسکا نتیجہ یہ ہو کہ وہ گمراہ ہو گئے اور اپنی گمراہی میں
مہر گردان ہیں کہ ان کو رہنمائی نہیں ملتا۔

(۱۷۴: ۲۸)

راستہ نہ ملنے کا مطلب یہ ہو کہ اُن کا مقصد اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع سے لوگوں
کو روکنا ہو جس کے حصول کے لئے وہ آپ کو مختلف ناموں سے پکارتے ہیں۔ لیکن ایک ضما
بصیرت انسان آپ کی سیرت اور آپ کے احوال کا بنظر ایمان مطالعہ کر کے یقین کر لیتا ہو
جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں وہ سراسر کذب اور بہتان ہو۔ اور اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی ان قرا
پر وازیوں سے بچد ترین انسان ہیں۔

متکلمین کے قول کا رد

متکلمین کا یہ کہنا کہ اگر اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چادو کا اثر ہوا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی
حمایت اور حفاظت ناقص ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی
حمایت اور نصرت فرماتا ہو۔ اسی طرح اپنی حکمت بالغہ سے بعض مصلحتمائے خاصہ کے لئے ان کو
بعض تکالیف میں مبتلا بھی کرتا ہو۔ جس سے اُن کو عذر و کرامت کے مراتب میں رفعت حاصل
ہوتی ہو۔ اور ان واقعات میں اُن کے خلفاء اور افراد اُمت کے لئے درس عبرت ہوتا ہو۔
جب انکو راہِ حق میں کوئی مصیبت اور تکلیف پیش آتی ہو اور وہ دیکھتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام کو بھی اس قسم کی تکلیفیں پیش آئی تھیں جن کو انہوں نے نہایت ثابت قدمی اور
پامردی کے ساتھ برداشت کیا تو ان کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں اور وہ مشکلیں اُن کے لئے آسان
ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے افعال میں متعدد حکمتیں ہوتی ہیں جن کے ادراک سے اکثر اوقات
انسان کی عقل قاصر رہتی ہو۔ وَهِيَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

فصل ہفتم

جادو کا اثر مسلم ہے

قال اللہ وقال الرسول

اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وَمِنْ كَثِيرِ النَّفْثَاتِ فِي الْحَقِّ اور نیز وہ حدیثیں جن کا بیان گزشتہ فصل میں ہوا ہے اس بات کی دلیل ہیں کہ جادو کی تاثیر حقیقی ہے اور وہ ایک حقیقت ہے جو بغض و بغض نہیں، لیکن معتزلہ اور بعض دوسرے اہل کلام اس کے منکر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جادو کے ذریعے کسی کو بیمار یا قتل نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی حقیقی طور پر کوئی دوسرا اثر از قسم حُب و بغض اس کے ذریعہ پیدا کر سکتے ہیں، جادو کی حقیقت یہیں تک محدود ہے کہ اس کے ذریعے قوتِ متخیلہ پر اثر ڈال سکتے ہیں۔ اور اس پر حسبِ ارادہ تغیر پیدا کر سکتے ہیں۔

صحابہ اور سلف کا مذہب

لیکن اُن کا یہ قول صحابہ اور سلف کی متواتر روایات کے خلاف ہے مفسرین اہل حدیث، فقہاء و اہل تصوف اور عام عقلاء کا قول بھی ان کے خلاف ہے۔ سحر کے ذریعے کسی کو بیمار بنا دینا، اسکو ہلاک کرنا، یا اُس کے ذریعے حُب و بغض پیدا کرنا اور اسکے علاوہ دوسرے اثرات کا ظہور میں آنا ایک حقیقت واقعہ ہے جس کو عام لوگوں نے مشاہدہ کیا ہے اور بہت سے اشخاص کو اس کا وجود انی علم ہے کیوں کہ اُن پر جادو کا اثر ہوا ہے جبکہ اُنہوں نے یقینی طور پر محسوس کیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ وَمِنْ كَثِيرِ النَّفْثَاتِ فِي الْحَقِّ (اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ساحر و جادو غائبانہ بھی اپنے اثر و سحر کا باعث ہوتا ہے اور اگر منکرانہ کے قول کے مطابق اُس کا اثر اس حالت میں محسوس ہوتا ہے کہ مسیحی راجہ ہندو اس صورت میں نفثات کے لیے کوئی شہر نہ ہو یا اس سے پناہ مانگنے کی صورت پیش آتی نیز حکم و خوف اس بات کے قائل ہیں کہ ساحر تمام حاضرین کی باوجود ان کی کثرت کے چشمہ بندی کر سکتا ہے

یہاں تک کہ وہ ایک چیز کو انکی پہلی صورت کے برخلاف مشاہدہ کر سکتا ہو۔ بالفاظ
 دیگر وہ اُن کے حواس میں حساب لا رادہ تغیر پیدا کر سکتا ہو تو کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ
 یا غائبین کے بعض عوارض اور قوے و طبائع میں کوئی مطلوبہ تغیر پیدا کرے؟ اور کیا
 قوتِ باہرہ اور دوسرے حواس اور قوے میں کوئی ایسا فرق موجود ہے جس کی وجہ
 سحر کو یہ قدرت تو حاصل ہو کہ وہ اول الذکر میں سب الایادہ تغیر پیدا کرے، لیکن دوسرے
 حواس اور قوے میں تصرف کرنے سے وہ عاجز ہو؟ اور جب اس بات کو تسلیم کیا جاتا ہو کہ
 ساحر اپنے جاود کے زور سے آنکھوں کے فعل میں اس قدر تصرف کر سکتا ہو کہ وہ ساکن
 کو متحرک اور متفصل کو متصل اور مرد کو زندہ یا زندہ کو مرد و دیگے تو بھلا اس سے کیا
 مانع ہو کہ وہ کسی دوسرے کے صفاتِ نفسانی میں کوئی مطلوبہ تغیر پیدا کرے؟ مثلاً جو
 اُس کے نزدیک محبوب تھا اُس کو مبغوض اور جو مبغوض تھا اُس کو محبوب بنا کرے۔ اور
 تعالیٰ نے فرعون کے ساحروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:-

سَحَرُوا فَاَعْيَنَ النَّاسُ وَاَسْلَمُوْهُۥ ۚ اُنۡسِیۡنَ لَیۡلَیۡنَ ۙ اَوۡ اَنۡذَرۡتَہُمۡ یَۤاۡمُۤنَ ۚ
 وَجَاۡءَ ذَاۤلِیۡنَ یَّعۡظِیۡمُ (۷: ۱۱۶)

یہ سخت خوف پیدا کیا اور بہت بڑا جادو کا عمل کیا

ایک تو اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنکھوں کے فعل میں تغیر پیدا ہونے کے علاوہ انکے
 دلوں کی بھی حالت بدل گئی تھی۔ دوسرے یہ کہ یہ تغیر یا تو اشیاءِ مریئہ میں پیدا ہوا ہوگا۔
 مثلاً ساحرین نے ارواحِ جمیہ یعنی شبیہ اظہین سے اس بارے میں استعانت کی جنہوں نے
 رستیوں اور لاطیہیل کو متحرک کر دیا اور ناظرین نے یہ خیال کیا کہ یہ چیزیں بذاتِ خود حرکت
 کر رہی ہیں۔ جیسے کہ بازگیر غیر مرنی تاروں کے ذریعہ سے کسی چیز کو حرکت میں لاتے ہیں اور
 ناظرین خیال کرتے ہیں کہ وہ چیز خود بخود حرکت کر رہی ہے۔ دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے
 کہ دیکھنے والوں کی آنکھوں میں یہ تغیر پیدا ہو گیا ہو چنانچہ اُنہوں نے رستیوں اور لاطیہیل
 کو حرکت کرتا ہوا دیکھا لیکن درحقیقت وہ متحرک نہیں تھیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ ساحر

دونوں طرح کا تصرف کر سکتا ہے۔ کبھی تو خود دیکھنے والے کے جو اس میں تصرف کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکو چیزیں غیر اصلی حالت میں نظر آتی ہیں۔ اور کبھی وہ اروج خبیثہ سے استعانت کر کے نفس ہشیاء میں تغیر پیدا کرتا ہے۔

منکرین تاثیر سحر کارو

منکرین کا قول ہے کہ ساحرانِ فرعون نے رسیوں اور ناٹھیوں پر ایسا عمل کیا جس سے اُن میں حرکت پیدا ہوئی۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ اُنہوں نے ان میں پارہ بھر دیا ہوا تھا جس پر دعویٰ کا اثر ہوا تو وہ حرکت کرنے لگیں۔ لیکن منکرین کا یہ قول باطل ہے کیوں کہ اگر ایسا ہوتا تو اُن اشیاء کی حرکت خیال اور چشم بندی کا نتیجہ نہ ہوتا جیسے کہ آیت بالا میں اسکی تصریح ہے بلکہ ان کی حرکت حقیقی ہوتی اور اُن کے اس عمل کو سحر کہنا درست نہ ہوتا بلکہ یہ ایک دستکاری ہوتی جو اکثر لوگ عمل میں لائے تھے۔ اُن کے اس عمل کی حقیقت ناظرین سے پوشیدہ نہ رہتی، خصوصاً جبکہ سیکڑوں تھلائے روز گار اُس مجلس میں موجود تھے۔ علاوہ ازیں اگر ساحرانِ فرعون کا کارنامہ ان کی دستکاری اور عیاری کا نتیجہ ہوتا تو بجائے اسکے ابطال کے لینے عصا کا معجزہ ظہور میں لایا جاسے بہتر ہوتا کہ لوگوں کو اسکی حقیقت سے آگاہ کیا جاتا اور اُن کا پارہ وارہ نکال کر اُن ڈینگ مارنے والے راجروں کے ڈھول کا پہل کھل دیا جاتا۔ نیز فرعون کو اطراف ملک سے ماہر ترین فن سحر کو جاننے والے اور انکے ساتھ نیز جمہلی اقسام و اکرام کا وعدہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ اُس اُس زمانہ کی مدداری نہایت آسانی کے ساتھ انجام دے سکتے تھے۔ الغرض یہ ایک ایسا باطل قول ہے جس پر غریب بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔



فصل ہشتم

شرکی چوتھی قسم

استعاذہ من شر حاسد

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا أَحَسَّكَ

اس آیت کریمہ میں چوتھے شر کا ذکر ہے۔ یہ ایک ستمہ بات ہے کہ حاسد کا نفس حسد کو شخص کے لیے شر و تکلیف کا باعث ہے اور اگر اپنے ہاتھ اور زبان سے محسوس کو ضرر پہنچانے کی کوشش نہ بھی کرے تب بھی اس کا جھٹ باطن ایک ایسا شر ہے جس سے پناہ مانگنا لازم ہے۔

حسد کا اثر مسلمہ ہے

قرآن کریم میں کوئی لفظ فعل نہیں اور یہ ایک لفظ کے ذکر کرنے سے مخاطب کے ذہن میں کسی خاص حقیقت کا منقوش کرنا ہوتا ہے اور اسی طرح آیت مذکورہ میں إِذَا أَحَسَّكَ کا لفظ بڑھانے میں ایک کلمہ ہے اور یہ ہے کہ حاسد اس شخص کو کہتا ہے جس کی ذات میں حسد موجود ہو لیکن بعض اوقات وہ اپنی اس صفت سے غافل ہوتا ہے مگر جب ہی اس کے دل میں حسد کا خیال آیا اور اس کے دل میں آگ کا ایک شعلہ بھڑک اٹھا جس کی چنگاریوں کا محسوس تک پہنچا بہت اظہار ہوتا ہے اس لیے اگر غرض اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور حمایت میں پناہ نہ لے اور اپنی طرف متوجہ ہو کر زور وادب اور دعوات ماثورہ میں مشغول نہ ہو تو یقیناً اس کا شر حاسد کی آتش حسد کے شعلے کی طرح بھڑک اٹھے گا۔ اب تم نے سمجھ لیا ہو گا کہ إِذَا أَحَسَّكَ کا لفظ بڑھانے میں ہی تہمت ہے کہ اس کا شر اس وقت متعدی ہوتا ہے جب کہ اس کے دل میں بالفعل حسد کی آگ بھڑک اٹھے۔

نظر بد کا اثر

ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جبرئیل علیہ السلام کے منہ پر کے یہ الفاظ
 تم کو یاد ہوں گے کہ من شر کل نفس اوعین حاسد الخ۔ اس حدیث میں حاسد کی آنکھ سے
 پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔ لیکن یہ ایک معلوم بات ہے کہ حاسد کی آنکھ کے محو و زکھنے سے کچھ اثر
 نہیں ہوتا۔ مثلاً اگر نہ کسی چیز کو یا اپنے محو کو اس نظر سے دیکھے جیسے کہ وہ پہاڑ اور دریا وغیرہ
 کو دیکھتا ہو اور اس کے دل میں حسد کا جذم بالفعل موجزن نہ ہو تو محو کو اس کے شر کا کچھ
 خطر نہیں لیکن اگر وہ حسد کی کیفیت سے رنگیں ہو کر اپنے محو پر نظر دالے جبکہ اس کے دل
 میں غضب اور انتقام ہے جا کے خبیث جذبات موجزن ہوں تو کچھ شک نہیں کہ اس کی نظر نفس
 حاسد کی قوت، وضعف کی حالت کے مطابق محو پر پڑتا اثر دالے گی۔ اگر اس کے جذبات
 خبیثہ طاقتور ہوں گے تو یہ ممکن ہے کہ وہ محو کو اپنی نظر سے ہلاک کر دے یا بیمار بنا دے۔ اور
 بہت سے لوگ اپنے تجربہ سے اسکی تصدیق کر سکتے ہیں۔ اس نظریہ کا اثر نفس خبیثہ کے ذریعہ
 ہوتا ہے جو اسکی سمیت کا اثر ہوتا ہو جیسے کہ سانپ جبکہ اس میں تو بہت غضبیبہ ہوش زن ہوئی
 ہے اور وہ اس حالت میں کسی کو کاٹ لے تو اسکی سمیت کا اثر ملک بہتا ہوا۔ سانپوں کے بعض
 اقسام میں یہ کیفیت بہت قوی ہوتی ہے یہاں تک کہ صرف گھورنے سے کسی شخص کو اندھا کر دیتے
 ہیں اور عورت کا اس سے استعارہ مل ہو جاتا ہے جیسے کہ ایک حدیث میں آل حضرت علیؑ
 علیہ السلام نے بھی لندہ درت سانپ اور ذوالخفیتین کا یہی اثر بیان فرمایا ہے جبکہ سانپ میں
 ایسی کیفیت کا پیدا ہونا ممکن ہے جس کے اثر سے ایک انسان اندھا ہو سکتا ہے اور کسی عورت کا
 حمل ساقط ہو سکتا ہے۔ سنیے اگر کسی شریر ذوالخفیت نفس میں قوت غضبیبہ کی آگ نہ آئے تو انتقام
 مشعل ہو کر جب وہ محو اس طرف متوجہ ہو تو کیا یہ ممکن نہیں کہ وہ اپنی زہریلی شاعروں سے
 جو اسکی پر غضب اور ہر مسدا آنکھوں سے نکلتی ہیں اپنے محو کو ہلاک کر دے یا کسی مرض میں

ذوالخفیتین وہ سانپ ہیں کی آنکھوں سے نیچے وہ مسیاء نکلتے ہیں۔

بتا کر دے یا کسی اور طرح پر اسکو تکلیف پہنچائے؟ نظریہ کے اثر سے جو شخص بیمار ہوتا ہو یا
اوقات اُس کو حکیم اور ڈاکٹر لا علاج بتاتے ہیں جس کی وجہ یہ ہو کہ اسکی بیماری کا تعلق عالم
طبیعت سے نہیں بلکہ عالم ارواح سے ہو اور اسکی حقیقت قوت روحانی کا اجسام اور طبائع
میں اثر کرتا ہو۔ اس کا علم خاص خاص لوگوں تک محدود ہو۔ اور جو لوگ اس کو چہرے سے مابلہ
ہیں وہ اپنی جہالت کے باعث اس سے منکر ہیں۔

عالم اجسام اور عالم ارواح

اباب بصیرت جانتے ہیں کہ اجسام بذات خود لکڑی اور پتھر سے زیادہ وقعت نہیں
رکھتے۔ ان سے جو عجیب غریب افعال صادر ہوتے ہیں اور ان میں جو حیرت انگیز اثرات
پیدا ہوتے ہیں، اُنکے طور کاراز قوائے روحانیہ میں مضمر ہو۔ تمام اجسام حقیقت روحانی
قوتوں کے لیے بمنزلہ آلات اور اوزار کے ہیں۔ جس صاحب عقل نے عجائبات عالم پر نظر غائر
ڈالی ہو اور اُس نے ارواح اور اجسام کے تعلق پر محققانہ غور کیا ہو وہ جانتا ہو کہ اس عالم
اجسام اور عالم شہادت کو چھوڑ کر ایک اور عالم ہو جس کو عالم ارواح یا عالم غیب کہتے ہیں
جس کی قوائے عالمہ نہ صرف نظروں سے بلکہ حواس کے ادراک سے بالاتر ہیں۔ اور اُس عالم میں
جو کچھ بھی تصرفات ہوتے ہیں وہ تمام تر حواس خمسہ کے دائرے سے باہر اور عام ظاہر میں نظروں
سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ اس عالم اجسام میں صرف اُن کے آثار مشاہدہ کئے جاسکتے ہیں اور ایسے
اکثر ظاہر پرست اسکے وجود کے قائل نہیں۔ فتبادک الله احسن الخالقین۔

عالم ارواح کا مشاہدہ

عالم ارواح کو عالم اجسام پر قیاس مت کرو۔ وہ عالم اِس عالم سے بہت بڑا اور وسیع ہو اور
اسکے عجائبات عام عجائبات سے بہت بڑھ کر ہیں۔ کیا تمہاری نظر عالم ارواح کے عجائبات کا
مشاہدہ کرنے سے قاصر ہو یا تمہیں اسکے وجود میں تاثر ہے۔

پہلی مثال

اپنی ہستی پر غور کرو اور دیکھو کہ ایک روح کے چلے جانے سے بدن کی کیا کیفیت ہوجاتی ہے جو وہی انسان جو علوم و فنون کا ماہر و صنعتکار عجیب و غریب کا منظر برسانس کے دقائق پر مدعا، فلسفہ کا استاد اور ملکہ اری اور سیاست کی عقدہ کشائی کرنے والا تھا۔ کس طرح ایک لمحہ میں روح کی مفارقت کر جانے کی وجہ سے ایک تعفن پذیر نفس بن جاتی ہے جس میں جس و حرکت تک باقی نہیں رہتی؟

وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ (۵۱: ۲۱) | تم اسے اپنے نفسوں میں قدرت کی نشانیاں دیکھو؟ کیا تم نہیں دیکھتے ہو (اندسے ہو)؟

کیا انسان کی یہ قوت گویائی، اشیا کو دیکھنے کی عجیب و غریب قوت، سماعت اور دیگر صفات اس کے دلی جذبات از قسم محبت و عداوت، اسکی قوت متفکرہ اور دیگر قوتے اور احساسات اسی جسم ظاہر کے آثار و مظاہر ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں، موت کے بعد بھی جسم تو بعینہ موجود ہوتا ہے۔ اور اس کے تمام اعضاء بھی بظاہر اسی طرح صحیح و سالم نظر آتے ہیں، لیکن اس وقت وہ چیز اس میں نہیں جس کو روح کہتے ہیں اور جو جو اس کے اور کس سے بالاتر ہے۔

دوسری مثال

ایک شخص نہایت قوی، ہیکل اور بظاہر خوب صورت بھی ہوتا ہے، لیکن اسکو تم پسند نہیں کرتے ہو۔ اور تمہارے دل میں اسکی پرکاشہ کے برابر بھی وقعت نہیں۔ اس کے مقابل میں ایک دوسرا شخص ہے جو نہایت نحیف اور لاغر اندام ہے، چنچاں خوب صورت بھی نہیں، اسکی تمہارے دل میں عزت ہے۔ اور بعض اوقات تم اسکو جان سے بھی عزیز تر سمجھتے ہو۔ اس فرق کی فلاسفی پر بھی تم نے کبھی غور کیا؟ سوائے اسکی اور کوئی وجہ نہیں کہ اہل الذکر سے تمکو وہی منافرت ہے اور مؤخر الذکر نے اپنی روحانی قوت سے تم کو اپنی محبت پر مجبور کر رکھا ہے: ذَٰلِكَ نَقُتُّكَ الْخَيْرُ بِالْعَدْلِ (۶: ۹۷) خلاصہ یہ ہے کہ اسباب اور مستببات اور علت اور معلول کا وجود اسی عالم اجسام اور طبائع تک محدود نہیں۔ بعض اسباب خفیہ عالم ارواح میں ایسے ہیں

جن تک تمہاری کوتاہ میں نظر کی رسائی نہیں۔ بہتہ اُن کے آثار و نتائج کو تم اس عالم میں
مشاہدہ کر سکتے ہو۔ الغرض ہر ایک اثر یا واقعہ کے لیے طبعی اسباب ٹھہرنا ہوتے ہیں۔ یہ سب
امور کا سبب اور اسکی علتِ فاعلہ عالمِ غیب یا عالمِ ارواح میں ہوتی ہے۔

فصل نہم (۹)

عاین اور حاسد میں اشتراک و افتراق

قوتِ منطاطیسی

نظر بہ لگانے والا اور حاسد میں وجہ ایک جیسے ہیں، لیکن ایک دوسری وجہ سے دونوں
میں فرق ہے۔ اس بات میں وہ دونوں ایک جیسے ہیں کہ ہر ایک کا نفس خاص کیفیت سے رنگین
ہو کر اپنی توجہ کو کسی ایک مرکز پر مبذول کرتا ہے اور جس پر یہ توجہ مبذول کی جاتی ہے وہ ہدفِ ایلاد
محکف بنتا ہے اور بعض اوقات اس کا انجام ہلاکت ہوتا ہے۔

اب فرق سنئے۔ نظر لگانے والے کی آنکھوں میں جو مسموم اثر پایا جاتا ہے وہ صرف اس
شخص یا چیز پر اثر کرتا ہے جس کے ساتھ وہ دوچار ہو جائے۔ لیکن حاسد کے لیے حاضر و غائب
کیساں ہے۔ نظر بہ لگانے والے کے دل میں بھی اکثر حسد کا جذبہ موجود ہوتا ہے، لیکن بعض اوقات
اس کا اثر ایسی چیز میں پر بھی ہوتا ہے جن سے اُنکو حسد نہیں ہوتا مثلاً چھریاں یا حیوان یا کھیتی وغیرہ۔
بعض اوقات اسکا اثر اپنی جان اور اپنے مال وغیرہ پر بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ نظر بہ لگانے والا
شخص یا چیز پر ہوتا ہے جو صاحبِ نظر کو تحسن معلوم ہو اور پھر وہ اسکو گھور کر دیکھ لے۔ ایشاد ہے:

وَلَا يَكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لِيُزْلِقُوْكَ
وَابْصَارُهُمْ ثَمًّا سَرَوْنَ الْمَوْتُ (۶۸: ۵۱)

منطاطیسی کے ذریعہ سے اپنی جگہ اور اپنے مرکز سے ہٹاؤں
اُس حالت میں جبکہ وہ کلام پاک سننے میں۔

اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد نظر بد کے اثر سے آپ کو ایذا پہنچانا ہی چنانچہ روایت ہے کہ بعض ایسے اشخاص جو نظر بد کے لیے مشہور تھے آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لائے گئے اور انہوں نے آپ کو گھور کر کہا کہ ہم نے تو کبھی ایسا آؤی نہیں دیکھا اور نہ کسی کا ایسا چھتا ہوا کلام سنا۔

یہ اس قسم کے اشخاص تھے کہ جب کسی فریبہ اونٹنی پر ان کی نظر پڑ جاتی تھی تو ان کو اپنی نظر بد کے اثر پر اس قدر اعتماد تھا کہ وہ اپنے غلام سے کہہ دیتے تھے کہ یہ ٹوکری لیلو اور فلاں شخص کی اونٹنی کا گوشت لے آؤ اور ایسا ہی ہوتا تھا کہ ان کے گھورنے پر وہ اونٹنی زمین پر گر کر کوٹھنے لگتی اور اُس کا مالک اُسکو مجبوراً بچ کر لے جاتا۔

کبھی کہتا ہوں کہ عرب میں ایک شخص تھا جو (اپنی نظر بد کے اثر کو تیز کرنے کیلئے) ایک دو دن کھانا چھوڑ دیتا تھا اور پھر جب کوئی اونٹ یا بھیڑ بکری اُسکے پاس سے گزرتی اور وہ کہہ دیتا کہ اُن نے تو ایسا اونٹ وغیرہ نہیں دیکھا تو وہ فوراً گر پڑتا۔ اسی شخص سے کافروں نے درخواست کی کہ وہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نظر بد کا نشانہ بنائے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے رسول کو محفوظ و مصدق رکھا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ لیکن ایک دوسری جماعت مفسرین کی یہ کہنتی ہے کہ اس سے مراد نظر بد کا اثر پہنچانا نہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کافر لگ جب مکہ و قرآن پڑھتا ہوا سنتے ہیں تو تمہاری طرف عداوت کی نظروں سے دیکھنے لگتے ہیں اور ان کا یہ دیکھنا اس شدت سے ہوتا ہے کہ قریب ہی تم کو گرا دیں۔ زجاج نے یہی قول اختیار کیا ہے اور یہ محاذ و کلام عرب میں موجود ہے کہ فلاں شخص نے اُسکو ایسی تیز نظر سے دیکھا کہ قریب تھا وہ گر جائے۔ زجاج کہتا ہے اس کا قرینہ یہ ہے کہ اُسکو سماع قرآن کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے یعنی یہ لوگ قرآن کریم کا سننا سخت ناپسند کرتے ہیں اور اس لیے جب اُسکی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ تم کو بسبب بغض اور عداوت کے سخت تیز نظروں سے دیکھنے لگ جاتے ہیں۔



مہلک نظر کے سبب اثرات

میں کہتا ہوں (یعنی علامہ ابن القسیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) کہ جو نظر مہلک اثر پیدا کرتی ہو سبب بعض اوقات حسد اور عداوت ہوتا ہو۔ اور جیسے کہ عاصی کے نفس خبیث کا محسوس ہر مودی اور مہلک اثر پڑتا ہو اسی طرح اُس نظر بد لگائے والے کا بھی پڑتا ہو۔ اور اس کا اثر اس وجہ سے زیادہ طاقتور ہوتا ہو کہ سامنے ہونے کی حالت میں قوتِ نفسانی اپنا عمل زائد کرتی ہو۔ کیوں کہ دشمن جب نظروں سے غائب ہو تو ممکن ہو کہ انسان اسکی عداوت بھول جائے۔ لیکن اُسکو دیکھ کر پوچھنا کہ جذبات متوجہ پرا جاتے ہیں اور نفس بالکلیہ محسود کی طرف متوجہ ہو جاتا ہو۔ اور اسلئے اس حالت میں نظر کا اثر قوی ہوتا ہو۔ یہاں تک کہ جس پر نظر ڈالنا مقصود ہوتا ہو بعض اوقات وہ گر جاتا ہو بعض اوقات اُسکو بخار ہو جاتا ہو۔ اور کبھی وہ غش کھا جاتا ہو۔

اس قسم کے واقعات اکثر مشاہدہ میں آتے ہیں اور بہت لوگوں نے ایسا ہوتے دیکھا ہو بعض اوقات اس نظر بد کا سبب صرف "پسندیدگی" ہوتا ہو اور عام طور پر اسی کو نظر بد کہا جاتا ہو کیوں کہ کسی چیز کو جب بنظر استحسان دیکھا جاتا ہو تو دیکھنے والے کے نفس میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی ہو اور چونکہ بعض خبیث طبائع میں ایک زہریلا مادہ موجود ہوتا ہو جو اس کیفیت کے ظہور میں آتے ہی اُس کا بھی ظہور ہوتا ہو۔ اسلئے اس کا نتیجہ اُس شخص یا چیز کی ہلاکت یا نقصان ہوتا ہو۔ جب وہ نظر ڈالی گئی ہو۔

نظر بد ایک حقیقت ہو!

عبد الرزاق بن معمر نے بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی ہو کہ "الْحَيْنَ حَقٌّ = نظر بد کا لگنا ایک حقیقت ہو"۔ یعنی محض توہم پرستی نہیں۔

عُبَید بن رفاعہ سے روایت ہو کہ اسما بنت عمیس نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جعفر کی اولاد کا لگنا نظر بد کا شکار ہو جاتی ہو تو کیا ہم ان کیلئے کوئی منتر وغیرہ کا عمل کریں؟ آپ نے اس بات کا جواب ثبات میں دیا اور فرمایا: اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی ہو تو

الغرض کافر لوگوں کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد اور عداوت تھی اور ہمیں معلوم ہو چکا ہو کہ حاسد کی نظر قوی تر ہوتی ہو، اس لیے جن مفسرین نے یہ کہا ہو کہ اس آیت سے مراد نظربہ کا اثر ڈالنا ہی اس کا مقصد یہی ہو کہ وہ حسد اور عداوت کی نظروں سے آپ کو دیکھتے تھے جو کچھ بڑا اثر ہر طرح سے مسلم ہو

لیکن بن مفسرین نے یہ کہا ہو کہ اس آیت سے مراد نظربہ کا اثر نہیں وہ اس لحاظ سے درست کہتے ہیں کہ کافروں کا دیکھنا پسندیدگی کا دیکھنا نہیں تھا جسکو عام مصطلح میں نظربہ کہا جاتا ہو۔ ترمذی میں بروایت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ منقول ہو کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان کی نظر بد سے پناہ مانگا کرتے تھے! اور اگر نظربہ میں کوئی شر نہ ہو تا تو آپ اس سے کیوں پناہ مانگتے۔ نیز ترمذی میں عابس بن جہیم کی ایک روایت ہو کہ میرے باپ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ نظربہ کا لگنا ایک حقیقت ہو۔

نظربہ اور تفتیر

ایک دوسری حدیث ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہو کہ اگر کوئی چیز تقدیر سے آگے بڑھ سکتی تو وہ نظربہ ہوتی۔ اس کے بعد ترمذی نے لکھا ہو کہ اس بارے میں ایک حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہو اور یہ حدیث صحیح الاسناد ہو۔

عابین بھی حاسد ہو

نظربہ لگانے والا بھی ایک قسم کا حاسد ہو لیکن عام حاسدوں سے وہ زیادہ مضر ہو تو غالباً اسی بات کے لئے سرورہ فلق میں حاسد کے ذکر پر اکتفا کیا گیا ہو کیوں کہ عام کے ضمن میں خاص داخل ہوتا ہو، یعنی ہر ایک نظربہ لگانے والا حاسد ہو لیکن بالعکس نہیں۔ اس لیے جب حاسد سے شر ہو پناہ مانگا لی گئی تو نظربہ سے بھی پناہ مانگا لی گئی۔ جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی کسی دینی نعمت کے لازوال کو ثابت کرنا چاہتا ہو۔ اور شر کی طبیعت میں ہرگز کوئی ایسا شے نہیں ہے جو اس کے خیر و برکت کو ختم نہ کرے۔

جادو اور حسد

برخلاف حسد کے سحر اور جادو کا نہ فطری نہیں بلکہ الکتسابی ہے اور یہ کہ پہلے ذکر یہ اس میں شیاطین کی ارواح خبیثہ سے استعانت کی جاتی ہے۔

موضوع سوئین

اس سورہ شریفہ میں ساحر اور جادو نے شکار ذکر کے شرکی دونوں قسموں فطری اور الکتسابی کی تصریح کر دی گئی ہے۔ سحر اور حسد کا شر شیاطین الانس اور شیاطین الجن دونوں سے مقصور ہے۔ لیکن شرکی ایک قسم ہے جو صرف مؤخر الذکر سے صادر ہوتی ہے یعنی وسوسہ جس کے ذکر کیلئے دوسری سورہ کو مخصوص فرمایا ہے۔

ساحر اور جادو کا عمل

ساحر اور جادو کا عمل اپنا عمل کرتا اور اپنا اپنا ہے، مسحور یا مسحود کے عمل کو اس میں دخل نہیں۔ لیکن وسوسہ کا عمل اُن وقت مضبوط ہوتا ہے جبکہ انسان کا قلب اسکی طرف متوجہ ہو اور اسکو قبول کرے اور پہلے وسوسہ کے نتیجہ کے طور پر اگر انسان کسی عمل بہ کار تکاب کر بیٹھے یا اسکے ارتکاب کا غم مصمم کر لے تو وہ میوافذہ کے قابل ہو کیوں کہ ہاسکے اپنے ارادہ اور سعی و کتساب کی عقوبت ہوگی۔ برخلاف اسکے ساحر اور جادو اسکے شرکی عقوبت کے جوہر مستوجب ہوں گے، مسحود اور مسحور کا اس سے کچھ واسطہ نہیں۔ لہذا ساحر اور جادو کا ایک سحر میں ذکر کیا گیا۔ اور شیطان کے وسوسہ کا دوسری میں۔ بعض اوقات حسد اور سحر کی دونوں میں ایک دوسری کے ساتھ مناسبت رکھنے کی وجہ سے ایک ہی ذات میں جمع ہو جاتی ہیں مثلاً یہود کی قوم ساحر بھی تھی اور جادو بھی۔ اُن کے سحر کا ذکر ان آیتوں میں ہے:-

وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَىٰ ظُلُمٍ ۖ سَلِيمٍ
وَمَا كَفَرَ سَلِيمٌ وَلَٰكِنَّ الشَّاطِطِينَ لَكُفْرًا
يُعَلِّمُونَ النَّاسَ لِسُوءٍ ۖ وَمَا نَزَّلْنَا بِكُلِّ لُغَةٍ
اُن لوگوں نے اُس علم کی پیروی کی یہ (حضرت سلیمان علیہ السلام) کی سلطنت میں شیطان پڑھا کرتے تھے اور حضرت سلیمان نے کفر نہیں کیا بلکہ ان شیطانوں نے کفر کیا تھا۔ اور لوگوں کو جادو اور سحر علم سکھاتے تھے۔

بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يَعْلَمُ مِنْ أَحَدٍ
حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا هُنَّ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ
مِنْهُمَا مَا يَفْعَلُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَقَدْ
هَمُّوا بِضَارِبِ بْنِ يَدِهِ مِنْ أَحَدِ الْأَيَادِينَ اللَّهُ وَ
يَعْلَمُونَ مَا يُضَرُّهُمْ وَلَا يُنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ
عَلِمُوا الْمِنَاسِكَةَ فِي الْآخِرَةِ مِنْ
خَلْفِ دُوَيْكُسَ ثَامِرَ وَابِيهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا
يَعْلَمُونَ (١٠٢: ١٠)

یال میں دوفرشتوں دلاوت اور مالوت پر از تر تھا اور
(دونوں فرشتے) کسی کو اُس وقت تک نہ علم نہ سکھاتے تھے
جب تک کہ وہ یہ نہ کہتے تھے کہ یہ تو (تمہارے لیے) ایک آزمائش کا
رابطہ ہے تم ہم سے اُس علم کو سیکھ کر کفر مت کرو۔ یہ دو لوگ
(باوجود ان فرشتوں کی اس تنبیہ کے) اُسے ایسا علم سیکھنے لگے
جس سے وہ مرد اور اسکی عورت کے درمیان جلائی ڈالتے
ہیں۔ (اس علم سے) وہ لوگ سچا اللہ تعالیٰ کے حکم کے کچھ
فہم نہ بن سکے۔ بلکہ (اُسے) ایسا علم سیکھنے میں جس سے
انکو خود نقصان پہنچا جو اور انکو (اس علم سے) کچھ نفع نہیں پہنچتا
اور وہ لوگ (اس بات کو بھی) جان چکے ہیں کہ جو شخص اُس علم کا حیا
ہو (اس علم سیکھے) اسکے لیے آخرت میں کوئی سعادت نہیں رہتا اور اگر
ان لوگوں کو سمجھ جوتی تو جان لیتے کہ وہ چیز علم کا کتنا مست

اور ان کے حسد کے ذکر سے تو تقریباً قرآن کریم بھرا پڑا ہے۔ جیسے:

فصل ۱۰ : ۱۵۴

اَلَمْ يَجْعَلْ لِّلنَّاسِ عِلْمًا مَّا اُنْتُمُ لِلّٰهِ خٰشِعُونَ

کیا وہ لوگوں کے ساتھ اس لیے حد کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو نعمتیں دیں۔

و غیرہ وغیرہ اور اگرچہ ساحر کے ساتھ بھی شیطان ہوتا ہے لیکن حاسد خود شیطان کے مشابہ ہوتا ہے کیونکہ شیطان کو فساد سے محبت ہے۔ اور وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا زوال چاہتا ہے۔ اور حاسد بھی ایسا نہیں اور صاف کے ساتھ موصوف ہے۔ سب سے پہلے ابلیس علیہ اللعنة نے حضرت آدم علیہ السلام کے شر اور فسق پر سد کیا تھا جس کا نتیجہ انکار سجود اور ملعونیت ابدی کی شکل میں ظاہر ہوا۔

قوتی تر جادو

سحر کی کتابوں کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ساحر اللہ اور رسول ص کی مخالفت میں جتنا زیادہ سرگرم ہوتا ہے وہ اپنے فن میں زیادہ باہر ہوتا ہے اور ایسے بہت بڑے سحر کا جادو اہل کتاب کے جادو سے اور یہودیوں کا جادو نام نہاد مسلمانوں کے جادو سے قوی تر ہے۔ یہ سحر موطا امام مالک رضی اللہ عنہ میں کعب رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث ہے کہ مجکو توریت کے چند ایک کلمات جادو میں رجن کی برکت سے میں جادو کے اثرات سے محفوظ رہتا ہوں اور نہ بصورت دیگر مجکو یہودی

لوگ گدھا بنا دیتے۔ وہ کلمات یہ ہیں: اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ لَيْسَ شَيْءٌ اَعْظَمُ مِنْهُ
وَبِكَلِمَاتِ اللّٰهِ الذِّمَّاتِ الَّتِيْ لَا يَجَاوِزُهَا شَيْءٌ وَلَا فَاجِرٌ وَبِاسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰی مَا عَلِمْتُ
مِنْهَا وَمَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّهَا خَلْقٌ وَزُرَّاءُ وِبَرَّاءُ عِزِّ مِیْنِ اللّٰهِ تَعَالٰی كِيْ ذَاتِ پَاكِ كے ساتھ پناہ
مانگتا ہوں جس سے بڑھ کر کوئی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے کامل کلام کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں جس سے
کوئی نیک یا بُرا تجاویز نہیں کر سکتا، اور میں اللہ تعالیٰ کے بہترین اسمائے پاک کے ساتھ پناہ مانگتا
ہوں خواہ وہ مجھ کو معلوم ہیں یا میرے علم سے باہر ہیں ہمہ ایک ایسی چیز کے شر سے جس کو اُس نے
پیدا کیا اور بھیلایا۔“

فصل دہم

استعاذہ من شر حاسدٍ اذا حسد

معانی

اللہ تعالیٰ کا یہ قول ”وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ“ جن اور انسان دونوں کو شامل ہے
شیطان اور اُس کی جماعت مومنوں کے ساتھ اُس فضل و انعام کی وجہ سے جو اُنکے ساتھ کیا
گیا ہو حسد کرتے ہیں۔ جیسے کہ ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا اور وہ
اُسکی اولاد کا بھی اُسی طرح دشمن ہے۔

اِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُفْرٌ عَدُوٌّ وَكَانَ يَحْنُ وَلَا عُدُوًّا
بیشک شیطان تمہارا دشمن ہے اس لیے تم بھی اُس کو
اپنا دشمن قرار دو۔

(۶: ۳۵)

لیکن شیاطینِ الجن کا کام زیادہ تر وسوسہ ڈالنا ہے اور شیاطینِ الانس کا کام حسد کرنا ہے اگرچہ
درحقیقت دونوں قسم کے شیطانوں میں دونوں اوصاف فی الجملہ پائے جاتے ہیں۔ اس لیے
مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ کا لفظ دونوں کے شر سے پناہ مانگنے پر مشتمل ہے۔

سورۃ فلق کا خلاصہ

یہ سورۃ تمام عالم کے شرور سے پناہ مانگنے پر مشتمل ہے۔ اور وہ چار استعاذہ کے کلمات اپنے اندر رکھتی ہے۔ پہلے میں مخلوقات کے عام شر سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے، دوسرے میں شب تاریک کے شر سے پناہ طلب کی گئی ہے۔ تیسرے اور چوتھے میں ساحر اور جادو کے شر سے استعاذہ کیا گیا ہے۔ ان دونوں کا شریک نفسِ حبشیہ کی سرارت کا نتیجہ ہے جن میں سے اول الذکر یعنی ساحر شیطان سے مدد کا خواہاں اور اس کی عبادت میں مشغول رہتا ہے۔

ساحر اور شیطان

عمدہ مآباد کا عمل شیطان کی عبادت کرنے اور اس کا تقرب حاصل کیے بغیر موثر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً یا تو وہ شیطان کے نام پر فوج کرتا ہے۔ اس فوج سے مشعوذ اس کا تقرب ہوتا ہے، مآ اھلِ دینِ لغیرِ اللہ (۲: ۱۷۳) میں اسی کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح اور بھی اس سے اعمالِ شرکیہ سرزد ہوتے ہیں جن کو اگرچہ وہ خود دوسرے ہی ناموں سے موسوم کرے لیکن حقیقتِ شیطان کی پرستش اور اس کی عبادت ہوتی ہے۔ شرک اور کفر سمائے مخفیہ نہیں بلکہ اُن کا اطلاق ایک حقیقت پر ہوتا ہے جہاں بھی وہ پائی جائے۔ (اس کی توضیح ایک مثال سے ہو سکتی ہے: ایک شخص مخلوق کے لیے سجدہ کرتا ہے لیکن اس کو زمین بوس وغیرہ الفاظ سے تعبیر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا یہ سجدہ عبادت کے لیے نہیں بلکہ تعظیم کے لیے ہے۔ میرا سجدہ سجدہ عبادت نہیں بلکہ سجدہ تحیت ہے تو اُس کے اس کی حقیقت میں تغیر واقع نہیں ہوتا، اور بلحاظِ حقیقت کے وہ سجدہ عبادت ہی کہلائیگا، اور اُس کی سجدہ اُس کا معبود ہوگا، خواہ اُس کا فاعل کتنا ہی اس سے بیزار کی کا اظہار کرے۔

مثلاً شرابِ محرم کی حقیقت یہ ہے کہ کوئی پینے کی چیز جو سُکر پیدا کرے۔ اب اگر کوئی اس کو بنیاداً مثلاً غوگر کے ناموں سے پھرے تو اس سے اس کی ماہیت میں فرق نہیں آتا اور نہ ہی مسلمان کے لیے اس کا پینا حلال ہوگا۔ اسی طرح حلالہ کا مائع چونکہ مائعِ حلال نہیں نہ ہے، اس لیے مائع کے ساتھ موسوم کرنے سے اس کی حقیقت نہیں بدل سکتی ۱۲ مترجم

شیطان کی عبادت

اسی طرح ایک شخص شیطان کو خوش کر نیچے لیے فوج کرتا ہی اسکو پکارتا اور اسی سے پناہ مانگتا ہی تو شیطان کو اس نے معبود قرار دیا اگرچہ وہ خود اپنے اس فعل کو عبادت سے موسوم نہ کرے بلکہ اسکو استخدام وغیرہ کے نام سے تعبیر کرے۔ قال اللہ تعالیٰ:

أَلَمْ نَعْمِدْ لَكَ بَنِي آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا
الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ فَإِنْ
اعْبُدُوهُ - (۳۶: ۶۰، ۶۱)

کیا میں نے تمہاری طرف اپنا پیغام نہیں بھیجا کہ آدم کے بیٹے! شیطان کی عبادت مت کرو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے اور تم کو چاہیے کہ میری ہی عبادت کرو۔

اس آیت کریمہ میں شیطان کے نفش قدم پر چلنے کو عبادت سے تعبیر کیا ہے (حالانکہ کوئی بھی اپنے مومنہ سے نہیں کہتا کہ میں شیطان کی عبادت کرتا ہوں) دوسری جگہ کلام پاک میں ارشاد ہوا ہے:

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلَائِكَةِ
أَهْؤ لَكُمْ أِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۚ قَالُوا
سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا مِمَّنْ دُونِمْ بَلْ كَانُوا
يَعْبُدُونَ إِلَٰهًا ۚ (۳۴: ۲۷)

اُس دن کو یاد کرو جبکہ ہم ان سب کو زندہ کر کے جمع کرینگے اسکے بعد ملائکہ سے مخاطب ہونگے کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت میں مشغول رہتے تھے ملائکہ اسکا جواب عرض کرینگے کہ تو پاک اور بے عیب ہے تو ہمارا کارساز ہے وہ نہیں بلکہ یہ لوگ تو شیطانوں کی عبادت کرتے تھے۔

باوجودیکہ یہ لوگ عبادت ملائکہ کے مدعی تھے لیکن پھر بھی انکو شیطان کا عابد قرار دیا گیا۔

عبادت لغیر اللہ

ان دونوں آیتوں سے نہایت واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شرک کفر اور عبادت غیر اللہ بھی دوسرے بامعنی اسماء کی طرح ایک خاص مضموم اور حقیقت رکھتے ہیں۔ جہاں کہیں بھی وہ مضموم اور حقیقت پائی جائے وہیں ان الفاظ کا اطلاق ہوگا۔ چاہے اسکا ارتکاب کرنے والا اپنے اس

عمل جیسے کہ نام نہاد مسلمانوں میں غافل و کلامن اس قسم کے برکات کو استخدام کہتے ہیں۔ یا اسی کی طرف

فعل کو خالص توحید اور ایمان ہی سے تعبیر کر لے۔ الفرض یہ تو ساحر کا حال ہی جو شیطان سے استعانت کرتا اور اسکی عبادت میں مشغول رہتا ہی۔ لیکن اسکے دوسرے بھائی حاسد کی شیطان خود مدد کرتا ہی کیوں کہ وہ اُس کا سچا نائب اور خلیفہ ہو۔ دونوں کو یہ گوارا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اپنی نعمتوں سے بہرہ ور فرمائے بلکہ وہ ہمیشہ دوسروں اُنکے زوال کے متمنی رہتے ہیں۔

فصل باہم

حاسد کے شر پر اذا حسد کی قید

ایک نکتہ

یہ بھی قابل غور ہو کہ حاسد کے شر کو اذا حسد جبکہ وہ حسد کرے کے ساتھ مقید کیا گیا ہو۔ کیونکہ بعض اوقات ایک شخص کے دل میں حسد موجود ہوتا ہی۔ لیکن وہ اسکو دبائے رکھتا ہی اور اسکی زبان سے یا ہاتھ سے محسوس کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچتا ہی بلکہ وہ اپنے بھائی مسلمان کے کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہی جو ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ کرنا چاہیے۔ اور جس کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہو۔ اس قسم کا حسد مضر نہیں اور عموماً اس سے آدمی خالی بھی نہیں رہتا، مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

مومن حاسد

حسن ابصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا مومن حاسد ہو سکتا ہی؟ آپنے جواب دیا کہ تم نے

حکم الفرض کسی کی اپنی تعبیر کا کچھ بھی اعتبار نہیں ہمیشہ حقیقت کو ملحوظ رکھا جائے۔ یہ ایک قابل قدر تحقیق ہی اور اسکو یاد رکھنا لازم ہی کیوں کہ اس تحقیق کے مدنظر نہ رکھنے سے بڑی بڑی غلطیاں واقع ہوتی ہیں۔ اکثر مدعیان علم و دانش اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہمارے زمانہ کے مسلمان چاہے اولیائے کرام کے حق میں کتنا ہی غلو رکھتے ہوں لیکن وہ اُنکو اپنا معبود اور خدا کا شریک نہیں کہتے۔ حالانکہ یہ ایک سادہ حقیقت ہی کہ جب وہ ان کو انہیں صفات کا منظر اِستقاد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کیلئے مخصوص ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اُنکو مشرک اور عابدِ غیر اللہ نہ خیال کیا جائے۔ قتال ترجمہ

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا قاتل بچھلا دیا ہے، الغرض ہمیں جس کے دل میں حسد کا پیدا ہونا
 ممکن ہو، لیکن وہ اپنے اس جذبہ کی ابراء سے نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو مقدم کرتا
 ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے خوف کرتا ہے اور جس بات کو وہ پسند کرتا ہے، اسکو منوں کھتا پسند کرتا
 اور ایسے وہ کسی سے نواں نعمت کے خیال کو دل میں جاگزیں ہونے نہیں دیتا، بلکہ اسکو پھانسی
 میں مشغول رہتا ہے اور محسوس کے لئے زیادتی خیر اور دوام نعمت کی دعا کرتا رہتا ہے۔ برخلاف ایسے
 جب حسد کا اثر انسان کے اعضا اور جوارح میں ظاہر ہو تو وہ حسد مذموم ہی جس کو اللہ تعالیٰ
 پسند نہیں کرتا۔

حسد کے مراتب

حسد کے تین مراتب ہیں (۱) یہ کہ وہ کسی دوسرے سے کسی نعمت کا زوال یا ہٹنا دیکھ کر
 کوئی شخص جہالت یا تنگدستی یا کمزوری یا پریشانی قلب وغیرہ میں مبتلا ہو۔ اور وہ اُس شخص سے
 حق اُٹا کر یہ نہیں چاہتا کہ اُسکی یہ حالت تبدیل ہو اور اللہ تعالیٰ اُس پر فضل فرما کر اُن احسانات
 اسکو عطا کر دے اور اسکو اپنی رحمت اور احسان کا مورد فرمائے۔

اور دونوں مراتب میں فرق یہ ہے کہ پہلے میں موجود اور متحقق نعمت اور دوسرے میں نہ
 نعمت پر حسد کیا جاتا ہے لیکن دونوں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو بغیر غرض جاننے والہ ہونا
 ایسے بندوں کے دشمن اور دونوں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخت بغض ہیں لوگ بھی اُنکو اپنا دشمن سمجھیں
 کہتے ہیں اور ایسے وہ اپنی مرضی سے کسی حاسد کو اپنا سرور نہیں بننے دیتے اور نہ کوئی
 ایسے شخص کی خواہش اور مدد کرتا ہے۔ لوگ اُسی شخص کا سرور ہونا پسند کرتے ہیں جو ان کے
 ساتھ اسلاف اور کورس اور چھوڑی سے پیش آئے۔ حاسد کی حکومت اور بادشاہت کو ایسے
 میں ایک بل اور عیب بتے خیالی کرتے ہیں۔ الغرض حاسد لوگوں کو اپنے بغض سے بہت ہی اذیت
 پہنچا دیتے ہیں۔ حسد کی تیسری قسم غلط ہے۔ اُمیں دوسرے سے زیادہ بے رحمی ہے اور
 نہیں دیکھتا بلکہ اُس شخص پر بددعا کرتا ہے کہ جو کمال اور نعمت دوسرے کو حاصل ہو، وہ

حال ہو جائے غبطہ کر حجاز احسد کہا جاتا ہے ورنہ وہ کوئی معیوب و صنف نہیں بلکہ ایک خوب اور محمود و صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کا حال بیان کر کے فرمایا ہے:

وَلَوْ دُلِّيَ دَلِيلُكَ فَلَيْسَتْ مَنَافِيں اَلْمَنَامُ فِصْوٰنٌ ۝ | اور ایسے ہی اعلیٰ مقام کے حال کرنے کیلئے رشک کرنے والوں کو رشک کرنا چاہیے (۲۰۰ . ۸۳۰)

بھین ہیں ایک، حدیث ہے کہ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "صرف مدہی آدمی میں بجز کے حال پر حسد کرنا رشک کرنا جائز بلکہ تحسن ہے۔ ایک شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہو اور پھر اسکو راہ حق میں خرچ کرنے کی توفیق بخشی ہو دوسرا وہ شخص جسکو اللہ تعالیٰ نے علم نام عطا فرمایا ہو جس سے وہ خود بھی مستفیض ہوتا ہو اور دوسروں کو بھی اُنکی تعلیم تیار ہو اس قسم کے حسد یعنی غبطہ کا محرک بہت عالیہ ہوتی ہے جو اُسکے اعمال خیر کے کرنے پر ابھارتی ہے اور اہل خیر و صلاح کے ساتھ مشابہت حاصل کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ کسی دوسرے پر جو انعام اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو وہ اُس سے زائل ہو بلکہ اُس کے حق میں اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتیں برقرار رہنے کو۔ خواہش رکھنے کے علاوہ یہ چاہتا ہو کہ وہ خود بھی انعام الہی تعالیٰ شانہ کا مور ہو۔"

جسد کی یہ قسم آیت کریمہ وَبَيْنَ مَثَرٍ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدُكَ کے مفہوم میں داخل نہیں اس آیت کریمہ میں حسد کی پہلی دو قسموں کے شر سے پناہ مانگنا مقصود ہے اور محدود کو ایک بہترین علاج کی تعلیم دی گئی ہے کیوں کہ اس کا اصل اللہ تعالیٰ کی طرف التجا کرنا اور اُسی سے فضل عطا پر بھروسہ کرنا ہے۔ اور حسد کی مشرکیزوں کی کچھ بھی پروا نہ کر کے مولائے نعم کی طرف رجوع کرنے کی اس میں تلقین ہے۔ گویا کہ محدود یہ کہتا ہو کہ بار خدا یا! تو نے مجھ کو اپنی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، میں تجھ سے اُس شخص کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو تجھ سے ان نعمتوں کو چھینتا چاہتا ہے۔

جائے پناہ

یہ ظاہر ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو اپنا جائے پناہ قرار دے اور اُسی پر بھروسہ کرے
اللہ تعالیٰ اُس کو تمام پریشانیوں سے نجات دیکر اُس کو بے فکر کر دیتا ہے۔

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ ۖ
جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اُس کے لئے اللہ کافی ہے اور اُس کو کسی دوسرے کے درپر تلخی ہونے

(۲: ۶۵)

کی مطلق ضرورت نہیں

أَنَّ اللَّهَ مَوْلَاكَ فَتَكْتُمُ الْمَوْتَىٰ وَكَفَّ الْأَلْصِقُ ۖ
وہی اللہ تعالیٰ تمہارا آقا اور نہایت ہی اچھا مددگار ہے۔

(۲۰: ۸)

تم اُس کی نصرت کو دوزخ سمجھو، اُس کے نزدیک مشکل سے مشکل کام کرنا آسان بات ہے۔
وَاللَّهُ غَالِبٌ عَلَىٰ أَمْرِهِمْ وَلَئِنَّ الْأَكْثَرَ الْكَافِرِ ۚ
اللہ تعالیٰ جب کلام کو کرنا چاہتا ہے تو اُس پر غالب اور قانع
کَإِعْلَاقٍ ۚ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۚ
لیکن اکثر لوگ اس حقیقت واقفیت سے نا آشنا ہیں۔

(۲۱: ۱۴)

ہر ایک مسلمان کو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے:

وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۚ
تمام مومنوں کو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

(۱۵۹: ۴)

اور فقط اُسی سے ڈرنا چاہیئے:

وَيَخْشَوْنَ اللَّهَ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ ۚ
اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی یہ صفت ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ
سے ڈرتے ہیں اور اُس کے بغیر کسی سے نہیں ڈرتے۔

(۳۹: ۳۳)

جو شخص اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی اور کا بھی خوف دل میں رکھتا ہے اُس کے توکل علی اللہ
میں اتنا ہی نقص ہوگا۔

إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا ۚ
وَلَا عَلَىٰ دِينِهِمْ يَتُوكَلِّفُونَ ۚ لَنَا سُلْطَانٌ
بیشک شیطان کا ان لوگوں پر کوئی تسلط نہیں ہے
ایمان لائے ہوئے صرف اپنے مالک خدا پر ہی بھروسہ
رکھتے ہیں۔ بیشک وہ انہیں لوگوں پر غلبہ پاتا ہے۔

عَلَى الَّذِينَ يَتَوَكَّلُونَ ۚ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ ۚ

نہ کیا ہے۔ ہمارا کسی ایسے دشمن کا ذکر ہے جس کو ہم دیکھ نہیں سکتے۔ اور وہ پوشیدہ طور پر شرارتیں کرتا ہے، جیسے شیطان، وہاں پر عظیم کا لفظ استعمال کرنا مناسب تھا، کیوں کہ عظیم غیر مرئی چیزوں پر بھی محیط ہوتا ہے۔ اور ہمارا کسی ایسے دشمن کا ذکر ہے جس کو آنکھیں سے دیکھا جاتا ہے اور جس کی شرارتیں نظر سے پوشیدہ نہیں رہتیں۔ وہاں پر تعبیر کا لفظ نیا موضوع ہے جس کے معنی ہیں، دیکھنے والا۔ چنانچہ اس آیت میں ہے کہ:

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ يَعِيرُونَ
سُتُورِينَ أَنَّهُمْ وَإِن فِي صُدُورِهِمْ لَكِبْرٌ
بِآيَاتِنَا وَلَكِنْ كَانُوا أَكْثَرًا فَاسْتَكْبَرُوا
فَاللَّهُ يَذُرُ النَّاسَ أَنَّى يَشَاءُ
فَمَا تَلْعَبُ بِنِعْمَةِ اللَّهِ عَائِدًا
(۵۶: ۴۰)

بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے بارے میں بغیر نازل شدہ دلیل کے جھگڑتے رہتے ہیں انہیں سینوں میں تکبر ہوا ہے جانتے ہیں کہ ان کی رسائی نہیں اس لیے تم کو چاہیے کہ ان کے شر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگے بیشک وہ والا دیکھنے والا ہے۔

اس سے تم کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ قرآن کریم میں اسمائے حُسنے کا استعمال نہایت عزیز اور مناسب تمام پر ہوا ہے (یہ نہیں کہ کہیں ایک اسم رکھ دیا کہیں دوسرا)۔
دوسرے ہیں: سُتُورِیْنَ اُنَّہُمْ اور اُنَّہُمْ بِالْمَعْرِفِ وَرُمِیْ عَنِ الْمُنْكَرِ عَلٰی
اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کے امر اور نہی کو بجالانا، کیوں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا اور تقویٰ سے خستیا کرتا ہے خود اللہ تعالیٰ اس کا نگہبان اور منولی ہوتا ہے اور اس کو اسے بدوہرے کے حوالے نہیں کرتا

وَإِنْ تَرَوْهُوَ تَتَّقُوا لَئِنْ تَتَّقُوا لَاصْطُرَّكُمْ
كَذَلِكَ هُمْ تَتَّقُونَ (۱۱۹: ۳)

اگر تم صبر و متحمل و تقویٰ اختیار کرو تو ان پر اس کا فزع کی سازشیں تم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔
تو رہتا ہے، جیسا کہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو گے تو وہ تمہارا نگہبان ہو گا۔
تو اس کو نہ پنے سامنے پاؤ گے۔ اور اللہ تعالیٰ کا لحاظ رکھو گے تو وہ تمہارا نگہبان ہو گا۔

اور تم جانتے ہو کہ جسکو اللہ رکھے اُسکو کون چکھے۔

تیسرا سبب۔ نصبر علیٰ عذوبہ

اپنے دشمن کے مقابلے میں صبر کرنا اور اُسکو ایذا پہنچانے اور تکلیف دینے کا خیال تک دل میں نہ لانا، کیوں کہ صبر اور توکل علی اللہ کا ثمرہ ہمیشہ دشمن پر فتح اور کامیابی ہوتی ہے۔ بیشک بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی نصرت (انسان کے اپنے تخمینہ کے بموجب) کیستقدیر سے پہنچتی ہے لیکن تم کو اس سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ اور دشمن کے بھئی اور عدوان کو دیکھ کر بے صبر نہیں ہونا چاہیے۔ مظلوم اپنی کوتاہ نظری کے باعث صرف اپنی اور عدوان دیکھ سکتا ہے، لیکن اُسکا مال اور انجام ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اُسکی مظلوم کی کامیابی پر ہوتا ہے۔

وَمَنْ عَاقَبْ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهِ مُتَمَلِّئًا
عَلَيْهِ لِيََصْرُدَهُ اللَّهُ
(۲۲: ۶۰)

جس شخص پر ظلم کیا گیا اگر وہ اُسی مقدار میں (انصاف کے حدود سے تجاوز نہ کرے) اُس کا انتقام لے اور پھر دوبارہ تعدی کیجائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُسکی مدد کرے گا اور اُسکو دشمن پر فحمت دی دے گا۔

کیا اللہ تعالیٰ کے اس ہتوکدہ وعدے میں نہیں شک ہو؟ یہ آیت کریمہ اُسکے حق میں ہے جس نے ایک مرتبہ بعد اپنے حق کے انتقام لیا ہوا اور پھر اُسپر تعدی کی گئی لیکن جس نے ابتدا میں صبر کیا اور اپنے آپ کو انتقام سے باز رکھا کیا اُسکے حق میں بطریقِ اعلیٰ نصرت کا یہ وعدہ نہیں ہوگا؟ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ ہمیشہ ظالم کو سزا دیتا ہے یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ اگر فی اشل ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ پر ظلم کرے تو خدا کا قانون اُسکو ہموار کیے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

چوتھا سبب: توکل علی اللہ

اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا، کیوں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے وہ اُسکو

تمام نعمات سے بہ فکرمردیتا ہے راگر مخلوق کی طرف سے تم کو کوئی ایسی تکلیف پہنچے
جسکو تم اپنی قوت اور اپنی طاقت سے رفع نہیں کر سکتے تو ایسی حالتوں میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ
رکھنا اور اسی کی نصرت کا امیدوار رہنا کامیابی اور فتحمندی کا قومی ترین سبب ہے کیوں کہ
اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے کہ:-

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ
جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے وہ اس کے
لیے کافی ہے۔ (۶۵: ۱۳)

اس لیے جس کی خبر گیری کا خود اللہ تعالیٰ ضامن ہو بھلا وہ بھی کبھی ناکامیاب ہو سکتا
ہے؟ ارشاد ہوتا ہے:-

لَنْ يَضُرَّكُمْ شَيْءٌ اَدَّى
تمہارے دشمن تم کو ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکیں گے
البتہ تم کو کس قدر تکلیف پہنچے گی۔ (۱۰۰: ۱۱)

آخری فقرے کا مقصد ان تکلیفات کا پیش آنا ہے جن سے قانون قدرت نے کسی
انسان کو مستثنیٰ نہیں فرمایا جیسے گرمی اور سردی اور بھوک اور پیاس وغیرہ۔ علاوہ انہیں
بعض تکلیفیں جو انسان کو پہنچتی ہیں وہ حقیقت اس کے لیے فائدہ بخش ہوتی ہیں:
وَعَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُوا شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ
مگر ہے کہ تم ایک بات کو ناپسند کرو لیکن یہی
تمہارے حق میں بہتر ہو۔ (۲۱۶: ۲۲)

اس لیے کسی ایسی تکلیف کے درمیان جو انسان کے حق میں خیر کثیر کا باعث ہو اور ایسی
تکلیف جس سے دشمن اپنا جی ٹھنڈا کرے بہت بڑا فرق ہے۔ متوکل علی اللہ کے لیے اللہ
تعالیٰ نے دوسری قسم کی تکلیفات سے بچانے کا ذریعہ لیا ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ اس کو
پہلی قسم کی کوئی تکلیف پیش آئے۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ ہر ایک عمل کی جزا اسی کی
جس سے ہوتی ہے اور چونکہ متوکل علی اللہ نے تمام دوسری اشیاء سے منہ موڑ کر
صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر بھروسہ کیا ہے، اس لیے آیت مذکورہ دَمِّنْ يَتَوَكَّلْ

عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَكِيمٌ کے بموجب خواہ اللہ تعالیٰ اس کا مناس اور فیصلہ کیا ہے یا نہیں
کوئی شخص سچے طور سے اللہ تعالیٰ پر توکل کرے تو اُن زمین و آسمان کے ہر جہ سے
سازش کریں تب بھی اللہ تعالیٰ اُسکو اُنکی سازش کے شر سے محفوظ رکھ کر اُنکی نصرت
فرمائے گا۔ توکل کی حقیقت اسکے فوائد اور اسکی ضرورت کا ہم نے اپنی کتاب **فتح القدیر**
میں مفصل بیان کیا ہے۔

ہم نے وہاں اس بات پر بھی بحث کی ہے کہ جو لوگ اس مقام کو معلوم کئے ہیں اور
سواہ کے مقامات سے خیال کرتے ہیں اُن کا یہ قول باطل ہے جسکے دلائل ہم نے
وہاں مفصل بیان کیے ہیں اور اس بات کی تصریح کی ہے کہ توکل کا تمام اہم اور غیر جہ
بزرگترین مقامات میں سے ہوا اور کسی عارف کا مرتبہ کتنا ہی بلند ہو وہ اس سے مستغنی
نہیں ہو سکتا بلکہ اسکے توکل کی مقدار اسکے ایمان کا درجہ معلوم ہوتا ہے۔

پانچواں سبب: قلبی فکر کو حسد سے خالی رکھنا

اپنے دل کو حسد کے ساتھ مشغول رکھنے اور اسکے بارے میں کچھ سوچنے
سے بالکل بچایا جائے۔ اور اگر اس قسم کا کوئی خطرہ دل میں پیدا ہو تو اُسے شائع نہ
فکریں مصروف ہو بلکہ اسکی طرف التفات اور توجہ تک نہ کرے۔ یہ اسکے شر کو دفع
کرنے کا زبردست علاج ہے۔ اور اسکی مثال یہ ہے کہ ایک شخص کو اسکا دشمن اور اپنے
دُشمن نہ تھے کہ وہ اس سے دست و گریباں ہو جائے تو اس صورت میں اگر وہ اپنے دشمن
سے گتھم گتھا ہو جائے تو یقیناً وہ بہت کچھ تکلیف پائے گا اور دشمن کو اس پر زور آئے
کرنے کا موقع مل جائے گا۔ لیکن اگر وہ اسکی طرف متوجہ نہ ہو اور اس سے بالکل غافل
اعتنائی کرے تو اُس حالت میں وہ اسکے شر سے بچا رہے گا۔ اور دل کی جگہ پر نہ رہے
کیفیت ہی حسد کی روح اپنے محسوس کو ایذا پہنچانے اور تکلیف دینے کی طرف رہتا ہے
اور اگر کسی کو یہ کتاب نہ ملے تو وہ امام خزانہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب **ایمان و عمل** میں اسکا ذکر کرے گا۔

ستوجہ رہتی ہے۔ اس لئے اگر محسود کی روح بھی اسکی طرف متوجہ ہو تو دونوں کے درمیان ایک دائمی آویزش کی صورت پیدا ہو جائے گی اور دونوں کی روح اُس وقت تک بے چین اور مضطرب رہے گی جب تک ایک اُن میں سے ہلاک نہ ہو جائے، لیکن اگر محسود اپنے قوائے روحانی اور آلات فکر کو اُدھر متوجہ ہونے نہ دے اور اگر بالفرض اس قسم کا کوئی خطرہ اس کے دل میں پیدا ہو تو اُس کو مٹانے اور زائل کرنے میں مشغول ہو، یہ طرز عمل اُسکے حق میں بہت زیادہ مفید ہوگا۔

حسد ایک آگ ہے جسکے لئے ایندھن کی ضرورت ہے اور عیب محسود ایسا طرز عمل اختیار کرے جس سے اُسکو مطلق ایندھن نہ ملے تو اُسکے شعلے خود جاس کو بھسک ڈالینگے اور محسود اُسکے شر سے محفوظ رہے گا۔

نفیس شریفہ اپنے دشمنوں کے حق میں یہی رویہ اختیار کرتے ہیں اور اس میں ایک ایسی روحانی جلالت ہے کہ جس نے ایک مرتبہ اس کا مزہ چکھ لیا ہو اس کو اپنے دشمن کے خیال میں منہمک ہوتا اور اپنے قوائے روحانی اور آلات فکر کو اُدھر متوجہ رکھنا ایک مصیبت اور عذاب معلوم ہوتا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پر پورا بھروسہ ہوتا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ہماری اپنی کوششیں اللہ تعالیٰ کی کفالت کے سامنے بیچ میں ڈر گئے وعدے سچے اور اسکی نصرت تمام دوسرے نصرت کے اقسام سے بڑھ کر ہے؛

وَمَنْ أُوْفِيَ بِعَهْدِهِ ۝ (۹۰ . ۱۱۱)

وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ فِيلَاہ (۴۷ : ۱۲۲)

لیکن اس سبب فاضل پر عمل کرنے کی اُسی سادہ تمند کو تو نیک ملتی ہے جس نے چھٹے

سبب پر عمل کیا ہے جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

چھٹا سبب: رضائے الہی کی تلاش میں مستغرق

اپنی توجہ کو نہایت اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا مندی حاصل کرنے پر

مرکز رکھے اور اپنے دل کو اللہ تعالیٰ کی محبت اور اخلاص سے اس حد تک معمور کر دے کہ جہاں پر خواہ فی نفسانی اور دساوس شیطانی کا گزیر ہو اگر تانتھا وہاں پر اللہ تعالیٰ کی محبت اُس کے لیے اخلاص اور اُسکی خوشنودی کی طلب لبالب بھری ہو۔ اُسکی مثال ایک محبت صادق کی ہو جس کا باطن اپنے محبوب کے خیال سے اس قدر بھر پور ہوتا ہے کہ اس میں یاد محبوب کے بغیر اور کسی چیز کی مطلق گنجائش نہیں ہوتی۔

ایسی حالت میں وہ اس بات کو کب گوارا کر سکتا ہے کہ اس کے قلب میں حاسد کا خیال جاگریں ہو اور اس سے انتقام لینے کی فکر میں مشغول ہو؟ ایسے خیالات صرف اُس دل میں آسکتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُسکی خوشنودی کی طلب نے جگہ نہ بنائی ہو۔ بے شک جن دلیوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کے اخلاص نے گھر کر لیا ہے، اُن کا نگہبان خود خدا ہے پاک ہے اور وہ دشمن کے تسلط سے محفوظ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے کہ جب ابلیس کو اپنی نجات سے مایوسی ہوئی تو اُس نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی کہ:

<p>فَبِعِزَّتِكَ لَا غَوِيَتْهُمْ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ لِمُخْلَصِينَ ۝</p>	<p>تیری عزت کی قسم! یقیناً ان سب کو گمراہ کر دی گا لیکن تیرے مخلص بندے اس سے بچے رہیں گے۔</p>
---	---

(۳۸ : ۸۳)

آگے ازراہ تصدیق ارشاد ہوتا ہے:

<p>إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَنٌ إِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَايِينَ ۝</p>	<p>بے شک میرے بندگان خاص پر تمہارا کچھ بھی تسلط نہیں ہوگا بلکہ تمہاری جاہلّت میں ہی گمراہ و غل ہونگے جو باخستیا رغود تمہاری پیروی کریں گے</p>
---	---

(۱۵ : ۴۲)

یوسف صدیق علیہ السلام کے حق میں وارد ہے:

كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ

اسی طرح ہم نے اس سے برائی اور بے حیائی کو دور کیا

کیوں وہ ہمارے مخلص بندوں میں سے
تھا۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (۱۲: ۲۰۷)

جو شخص اس قلم میں داخل ہوا وہ بڑا سواد مند ہے، وہ ہر ایک قسم کے خوف
اس میں رہے گا اور دشمن اُس کے قریب نہیں جاسکے گا۔

ساتواں سبب: گناہوں سے استغفار کی تجرید

آدمی کو اپنے گناہوں سے تائب ہونا چاہیے، کیونکہ دشمن کے مسلط ہونے کا
سبب بڑا سبب انسان کے اپنے گناہ ہوتے ہیں:

جو مصیبت بھی تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے گناہوں
کا سبب ہے۔

وَمَا آصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا
كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ (۲۲: ۳۳)

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو جو اس امت کے برگزیدہ ترین افراد
کا مجموعہ تھا جن کا اُرد کے موقع پر اس طرح مخاطب کیا گیا ہے:

کیا جب تم کو مصیبت پہنچی بجا لیکہ تم اس سے کہنی
مصیبت اپنے دشمنوں کو پہنچا چکے تھے تو تم کہنے
لگے کہ میں! یہ مصیبت کہاں سے؟ اے محمد! ان
صاف کہیں کہ مصیبت تمہارے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے

أَوَلَمْ نَأْتِكُمْ مِصْرَ بَنِي إِسْرَءِيلَ فَأَنْصَرِفْ
وَقُلْنَا لَهُمْ قُلْنَا اذْهَبْ هَذَا قُلْ هُوَ مِنْ
عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ (۱۶۴: ۳)

الغرض انسان کو جو تکلیف بھی پیش آئے وہ اس کے گناہوں کا نتیجہ ہوگا خواہ اُسکو
اپنے اُن گناہوں کا علم ہو یا نہ ہو کیونکہ جن گناہوں کا انسان کو علم ہوتا ہے اُن سے کتنی
گناہ ایسے گناہ ہوتے ہیں جن کا اُسکو علم نہیں ہوتا اور وہ اُن کو بھول جاتا ہے، ایک
مشہور دعائے مانوہ میں ہے:

بارخدا! میں تیرے ساتھ اس بات سے بناء مانگتا
ہوں کہ میں نے دانستہ تیرے ساتھ کسی کو شریک بنایا ہے
اور میں اُن گناہوں کی تجھ سے معافی چاہتا ہوں جن کو
میں نہیں جانتا۔

اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ أَشْرَكَ
بِكَ شَيْئًا وَأَنَا أَعْلَمُ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ

اِس لئے آدمی کو لازم ہے کہ وہ اپنے اُن گناہوں کی بابت بھی معافی اور مغفرت طلب کرے جن کو وہ نہیں جانتا ہے اور جن کی شامت سے اُس کو مصائب اور تکالیف پیش آتی ہیں۔

ایک بزرگ کی نقل ہے کہ کسی نے اُس سے سخت کلامی کی اور برا بھلا کہا۔ وہ بزرگ فوراً اپنے گھر میں داخل ہوا اور دروازہ بند کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کیرامی میں تضرع کی اور گڑگڑایا اور اپنے دستہ یا ناداستہ گناہوں کی بابت بخشش طلب کی، تب باہر نکل کر اُس شخص سے اِس طرح مخاطب ہوا۔ ”میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تم کو مجھ پر مسلط فرمایا تھا۔

ہم کسی موقع پر ذکر کریں گے کہ جہان بھر میں جتنی شر کی قسوں پائی جاتی ہیں وہ نئی نوع انسان کے گناہوں اور اُن کے نتائج و اسباب تک محدود ہیں، اگر انسان گناہوں سے سلامت رہے تو بالضرور اُن کے نتائج سے بھی سلامت رہیگا۔ ایسے اگر کسی شخص پر دشمن مسلط ہو اور اُس پر تعذبی کرے اور اُس کو تکلیف پہنچائے تو اُس کے لئے منہ رترین تدبیر یہ ہے کہ وہ سچے دل سے توبہ کرے اور اُسکی سعادت مندی اِسی میں ہے کہ بجائے اُسکے کہ دشمن سے انتقام لینے کی فکر کرے اپنے گناہوں اور عیوب پر نظر ڈالے اور اُن سے تائب ہو کر اپنے اعمال کی اصلاح میں مشغول ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ خود اُسکی حفاظت اور اُسکی نصرت فرمائے گا۔

اٹھواں سبب: صدقہ اور نیکی کا عمل لازم گمراہانہ

تاہذا مکان صدقہ دینا اور نیکی کرنا۔ بلا، مصیبت، اظہر بہ اور صد کا شروع کرنے میں اِسکا اثر حیرت انگیز ہوتا ہے۔ زمانہ قدیم اور زمانہ حال میں مختلف لوگوں نے تجربے کیے اور اب یہ بات مسلم ہو چکی ہے کہ صدقہ دینے والے اور نیکی کرنے والے

صلوات الحجاب الکافی میں مصنفہ اعلیٰ الرحمۃ نے اس بفضل بحث کی جو اس کا اردو ترجمہ چھپ گیا ہے عبرت ہو۔ مترجم

اشیاء نصاب نظر برد اور حسد کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور اگر ان کو اس سے کوئی مصیبت پہنچ بھی جائے تو اسکی عاقبت محمود ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا لطف کرم اور انکی تائید ان کے شامل حال رہتی ہے، صدقہ دینے والے فحش کے لئے اُس کا صدقہ اور انسان ایک قلعہ ہے ایک سپر ہے جو اس کا محافظ ہوتا ہے۔

مختصر بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر نعمت کو زوال سے محفوظ رکھتا ہے اور نعمت کے زائل ہونے کا ایک قوی ترین سبب حاسد کا حسد ہی جس کا دل نعمت زائل ہوئے بغیر ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ ایسے آدمی کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں کا شکر کرنا چاہیے جس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو اسکی خوشنودی حاصل کرنے میں صرف کیا جائے، اور یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مصیبت سے بڑھ کر اور کوئی چیز نعمت کو زائل نہیں کرتی، اور اسی کا نام کفرانِ نعمت ہے جس کا مال بعض اوقات یا اکثر اوقات کفر ہوتا ہے والعیاذ باللہ۔

نواں سبب: آتشِ حسد کو احسان سے بجھانا

حاسد کی آتشِ حسد کے شراروں کو اُسکے ساتھ احسان کر کے بجھایا جائے اور جقدر وہ تعدی میں زیادتی کرے اتنا ہی اُسکے ساتھ احسان زیادہ کرے اور اُسکے ساتھ اظہارِ ہمدردی کر کے ہر طرح اسکی اعانت کرے لیکن دشمن سے اس قسم کا سلوک کرنا نفس پر نہایت ہی شاق گزرتا ہے اور ایسے بہت کم خوش نصیب اور سعادتمند لوگوں کو ایسا کرنے کی توفیق ملتی ہے: قال اللہ تعالیٰ

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَ بَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ وَمَا يُلْقِيهَا إِلَّا الذِّبَّانُ صَبْرًا وَمَا يُلْقِيهَا

نیکی اور بُرائی ایک جیسی نہیں، تم بُرائی کے بدلے میں اچھے سے اچھا سلوک کرو جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا دشمن تمہارا سرگرم دوست بن جائے گا لیکن اسکی توفیق انہیں کو دی جاتی ہے جو صبر

اَلَا ذُو حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝

(۷۱: ۳۴ و ۳۵)

اور ثابت قدمی کی صفت سے موصوفہ ہیں اور
اس پر عمل کرنے والا کوئی بڑا ہی سعادتمند ہوگا۔

اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نبی علیہ السلام کا حال بیان فرمایا ہے
کہ اُسکی قوم نے راہِ حق میں اُسکو پتھروں سے مار مار کر خون آلود کیا تو اُس نے اپنے
چہرے سے خون کو پونچھتے ہوئے کہا:

اَللّٰهُمَّ اغْضِرْ لِقَوْلِيْ لَا يَعْزِمُوْنَ ۝
بار خدا یا! میری قوم کو بخش دے کیوں کہ وہ
نہیں جانتے۔

(۱) اس ایک ہی کلمے میں اُسے احسان کے چار مقام کو جمع کر لیا ہے:-

(۱) یہ کہ اُن کی سخت ترین بُرائی کو معاف کیا۔

(۲) یہ کہ اُن کے لیے بخشش طلب کی۔

(۳) یہ کہ خود اُن کے لیے ایک بھاری کیا کہ وہ نہیں جانتے۔

(۴) یہ کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کو زیادہ قریب لانے کے لیے اُن کی نسبت
اپنی طرف کی اور کہا کہ میری قوم کو۔

جیسے کوئی شخص کسی حاکم کے پاس سفارش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ میرا غلام
ہے، میرا بیٹا یا میرا دوست ہے۔ اس سے اُس حاکم کو مہربان کرنا اور شفاعت کو زیادہ
مؤثر بنانا مقصود ہوتا ہے۔ اگرچہ اِس مقام کا حاصل کرنا دشوار ہے۔ لیکن پھر بھی اُسکو
آسان بنانے کا ایک طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ تم اپنے دل میں سوچ لو کہ آخر تم نے بھی تو
خدا کے گناہ کیے ہیں جن کی مناسبت تم غائف ہو اور اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے امیدوار ہو
اور اس پر کفایت نہیں بلکہ تم یہ بھی چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنا فضل اور انعام فرمائے اور
تم کو جنت میں داخل کر کے درجاتِ عالیہ سے سرفراز فرمائے، جب تم اپنے حق میں اللہ
تعالیٰ سے یہ سلوک چاہتے ہو تو اس سے پہلے تم کو چاہیے کہ خود اپنے حاسدوں اور

بادخواہوں سے جو تمہارے گنہگار ہیں عفو اور احسان کا سلوک کرو، یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ بھی تم سے ایسا ہی سلوک کرے گا کیوں کہ خیر اعلیٰ کے جنس سے ہوتی ہے، بصورت دیگر تم کو اللہ تعالیٰ سے اس قسم کے سلوک کی توقع رکھنے کا کوئی حق حاصل نہیں، علاوہ ازیں اگر تم اپنے دشمن سے درگزر کر کے اُس کے ساتھ احسان کرو گے تو اللہ تعالیٰ اس میں تمہاری امداد فرمائے گا اور تمہارے لیے یہ مشکل اور دشوار عمل آسان ہو جائے گا۔

ایک صحابی نے آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قربت والوں کی شکایت کی کہ میں اُن سے نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بُرائی کرتے ہیں، آپ نے فرمایا: ”جب تک تم اس عمل پر قائم رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے ساتھ ایک (نبی) مددگار رہیگا۔“ قطع نظر آخرت کے ثواب اور اجر کے اس دنیا میں بھی ایسا شخص لوگوں میں ہر دلعزیز ہوتا ہے اور وہ اس کے شناخاں رہتے ہیں اور دشمن کے مقابلے میں وہ ہمیشہ اُس کا ساتھ دیتے ہیں کیونکہ جو شخص کسی دوسرے کے ساتھ احسان کرتا ہے اور وہ دوسرا اُس سے بُرائی کرتا ہے تو ہر ایک شخص فطری طور پر اول الذکر کا ساتھ دے گا اور دوسرا اُس کے نزدیک قابلِ ملامت ہوگا اسیلئے دشمن کے ساتھ احسان کر کے تم نے گویا نامعلوم طور پر اپنے لیے ساتھیوں اور مددگاروں کا ایک لشکر بنا لیا جو نہ تم سے تنخواہ مانگتے ہیں اور نہ روٹی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

حاسب کے لیے ایسی حالت میں دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ اُس کے مُتَدِ احسان سے متاثر ہو کر حجب چھوڑ دے اور اُس کا بندہ احسان بن جائے۔ اس صورت میں وہ دونوں شیر و شکر ہو کر ایک دوسرے کے دوست بن جائیں گے اور اگر بالفرض اُس کا خُب نفس اُس کو حد چھوڑنے نہیں دیتا اور وہ اپنے محمود کو ضرر پہنچانے اور تکلیف دینے سے باز نہیں آتا تو اس کا انجام یقیناً حاسب کی ہلاکت ہوگا۔

الغرض تم اپنے حاسب اور بدخواہ کے ساتھ احسان کر کے اُس کو نچا دکھا سکتے ہو

اور خود کم کو وہ سچی خوشی حاصل ہو سکتی ہے جس کا حصول انتقام کی حالت میں ہرگز مستصواب نہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، وَهُوَ الْمَوْفِقُ وَالْعَلِيمُ
 اس مقام میں پورے ایک تنویر سے زائد دینی اور دنیاوی فوائد انسان کو حاصل ہوتے ہیں جن کی تفصیل کسی دوسرے موقع پر کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔
 دسواں سبب: عالم اسباب کو نظر انداز کر کے خالق حقیقی کو نفع و ضرر کا مالک سمجھنا۔

دسواں سبب ان سبب کا جامع اور سب کا اسی پر مدار ہے یعنی تمام ظاہری اسباب سے اپنی نظر کو آگے بڑھا کر سبب الاسباب پر اپنی نظر جمانا اور اس بات کا یقین رکھنا کہ تمام علل اور اسباب خالق تعالیٰ کے ارادے اور اس کی قدرت کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس کے اذن کے بغیر کچھ بھی ضرر یا نفع نہیں پہنچا سکتے۔ وہی کسی کے دل میں ڈالتا ہے کہ تم سے احسان کرے اور کسی کے دل میں ایک ایسی صفت پیدا کر دیتا ہے جس کی وجہ سے تمہارے ساتھ برائی کرنے پر آمادہ ہوتا ہے۔ وَلَدْنِم مَاقِيل ۛ

از خداداں خلاف دشمن دوست کہ دل ہر دو در تصرف اوست
 گر چہ تیر از کماں ہمیں گزرد از کماں دار سینہ اہل حسد

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ مِصْرًا فَلَا كَاشِفَ
 لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْ لَكَ خَيْرٌ فَلَا
 سَرَّادَ لِفَضْلِهِ ۚ

اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو سوا اس کے
 اور کوئی بھی اس کو دور نہیں کر سکتا اور اگر وہ تمہارا
 حق میں بھلائی کرنا چاہے تو کوئی بھی اس کی مہربانی
 کو رو نہیں کر سکتا

(۱۰۴: ۱۰۰)

اے حضرت علی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے

فرمایا:

”تم جان لو کہ اگر تمام لوگ اکٹھے ہو کر تم کو کوئی نفع پہنچانا چاہیں اور اللہ تعالیٰ نے

تمہارے لئے معتذر نہ کیا ہو تو وہ ہرگز تم کو وہ نفع نہیں پہنچا سکیں گے، اسی طرح اگر وہ سب اکٹھے ہو کر تم کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہیں جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تقدیر میں نہیں لکھی ہے تو وہ ہرگز تم کو کسی قسم کی تکلیف نہیں پہنچا سکیں گے۔

جب انسان اس حقیقت کو پیش نظر رکھے اور اپنی توحید کو خالص کرے تو اس کے دل سے ماسوائے کا خوف نکل جاتا ہے اور وہ دشمن کی مخالفت کو شششوں کو پرکاش کی قیمت نہیں دیتا کیونکہ اسکی بیم و امید صرف اللہ تعالیٰ سے اور اسکی انابت اور توبہ کی فقط اپنے رب جل شانہ پر ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اگر وہ اپنے آلات فکر یہ کو دشمن سے ڈرنے اور اس سے انتقام لینے کے خیال میں صرف کرے تو اس سے اسکی توحید میں نقصان آجائے گا جس کو وہ ہمیشہ خالص اور کامل رکھنا چاہتا ہے اور اس حالت میں خود اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت فرمائے گا۔ اس کو حاسدوں اور دشمنوں کے شر سے بچاتا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يَدْفَعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا آلَهُمْ
لَا يُحِبُّ كُلُّ خَوَّانٍ كَفُورٍ (۳۲: ۳۸) | بیشک اللہ تعالیٰ مومنوں کی حمایت فرماتا ہے اور بیشک ہر ایک فاسق اور ناپاس کو دوست نہیں رکھتا۔

اس لئے اگر کسی شخص کا ایمان کامل ہے تو اللہ تعالیٰ ضرور اسکی حمایت فرمائے گا کیونکہ اس کے وعدے سچے ہیں اور ان کے خلاف ہونا ناممکن ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اس کی حمایت کما حقہ نہیں فرماتا ہے تو یقین سمجھ لو کہ اتنا ہی اس کا ایمان ناقص ہوگا۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ جو بالکلیہ اپنے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی بالکلیہ اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور جو شخص بالکلیہ اللہ تعالیٰ سے منہ پھیر لیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی بالکلیہ اس سے منہ پھیر لیتا ہے۔ لیکن جو شخص کبھی کبھی خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ بھی کبھی کبھی اسکی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

الفرض توحید ایک مستحکم قلعہ ہے جو شخص اس کے اندر داخل ہوا وہ تمام بنیات اور مصائب سے مامون ہوگا۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے

اُس سے ہر ایک چیز ڈرتی ہے لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہے وہ ہر ایک چیز سے ڈرتا ہے۔

استحضارِ مافات

یہ پورے دس سبب ہیں جن کے ذریعہ حاسد، ساحر اور نظر بد لگانے والے کا شرخ کیا جاسکتا ہے لیکن اس سے مفید تر کوئی بات نہیں کہ انسان بالکل اپنے خدا کی طرف متوجہ ہو اُسی پر اُسکا بھروسہ ہو اور اُسکے بغیر کسی کا خوف نہ کرے اور نہ کسی سے اُمید رکھے اُسکا دل اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کے ساتھ لٹکا ہو نہ ہو اور نہ وہ کسی دوسرے کو مصیبت کے وقت پکارے یا اُس سے فریاد خواہی کرے کیوں کہ جس کے دل میں کسی دوسری چیز کی محبت ہو اور اُسکے ساتھ اُسکا دل مُعلق ہو یا اُسکی پیروی اُمید کا مرکز اللہ تعالیٰ کی ذات پاک نہ ہو یا کسی دوسرے کا خوف اُسکے دل میں جاگزیں ہو وہ اُسی غیر کے حوالے کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اُس سے اپنی نگہبانی اٹھا لیتا ہے، یہی اللہ تعالیٰ کا قانونِ حکمت ہے اور اس میں تبدیلی نہیں آتی۔

فصل سیزدہم (۱۳)

سورۃ نسل کا حاصل

چارتہ

سورۃ نسل کی تفسیر کے ضمن میں ہمیں بعض ایسے نافع اور مفید اصول بتادیے گئے ہیں جن کا جاننا انسان کے لئے از بس لازم ہے کیونکہ وہ دینِ دنیا کے سود و بہبود پر مشتمل ہیں۔ تم کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حاسد کے نفس اور اُسکی آنکھوں میں ایک ہڑا اتر ہے اور شیطان کی رو میں سحر و جادو کے ذریعہ سے اپنا اثر ظاہر کرتی ہیں۔

اور شیاطین کے متعلق چار مختلف عقیدے لوگوں میں پیدا ہوئے ہیں:

پہلا فرقہ: متکلمین مادہ پرست

یہ فرقہ دونوں کے اثر کا منکر ہے لیکن یہ لوگ اپنے گھروں میں دو جماعتوں میں منقسم ہو گئے ہیں:

(۱) پہلی جماعت نفوسِ ناطقہ اور جنوں کے وجود کی قائل ہے لیکن ان کی تاثیر کی منکر ہے۔ یہ ان متکلمین کا قول ہے جنکو قوائے اور اسباب کی تاثیر سے انکار ہے۔

(۲) دوسری جماعت سرے سے ان کا وجود ہی نہیں مانتی، ان کا قول ہے کہ انسان اسی ظاہری جسم اور خطہ خالی کا نام ہے جس میں چند ایک صفات اور اغراض موجود ہیں لیکن روح یا نفسِ ناطقہ کا کوئی مستقل وجود نہیں، جن اور شیطان انسان کے اغراض میں جو اس کے ساتھ قائم ہیں۔

اکثر مادہ پرست اور بعض نام نہاد حکمائے اسلام کا یہی مذہب ہے، بعض متکلمین بھی اسی کے قائل ہیں جن کی سلف نے سخت مذمت کی ہے اور انکو اہل بدعت و ضلالت سے موبسوم کیا ہے۔

دوسرا فرقہ: معتزلہ وغیرہ

یہ فرقہ اس بات کا منکر ہے کہ نفسِ انسانی کا بدن سے الگ کوئی مستقل وجود ہے، لیکن جن اور شیطان کے وجود مستقل کے وہ قائل ہیں، معتزلہ اور بعض دیگر متکلمین کا یہی قول ہے۔

تیسرا فرقہ: کاہن وغیرہ

اے اغراض جس عرض کی ہے، عرض اسکو کہتے ہیں جس کا بذاتِ خود کوئی مستقل وجود نہ ہو بلکہ کسی دوسری چیز کے ضمن میں اُس کا وجود پایا جائے مثلاً سیاہی اور سفیدی، علم اور جہل وغیرہ کا بذاتِ خود کوئی مستقل وجود نہیں بلکہ کسی چیز یا کسی انسان کے وجود سے اُن کا وجود وابستہ ہے۔ (مترجم)

اس فرقہ کا عقیدہ اس کے برعکس ہے یعنی نفس انسانی کا بدن سے الگ مستقل وجود مانسم میں لیکن جن اور شیطان کے وجود مستقل کے قائل نہیں، اُن کا قول ہے کہ جن اور شیطان نفس انسانی ہی کے قوے اور صفات کا نام ہے۔ مسلمان حکماء کی ایک بڑی جماعت اس قول کی تائید میں ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ دنیا میں جو عجیب غریب اثرات اور خوارقِ عادات پائے جاتے ہیں وہ سب نفس انسانی کے مظاہر ہیں۔ سحر اور کھانٹ اُن کے نزدیک نفس انسانی کے مظاہر و قوے کا ایک کرشمہ ہے۔ شیخ بوعلی سینا اور اُس کے اتباع کا یہی قول ہے۔ اور انہوں نے اپنے اس قول کو یہاں تک وسعت دی ہے کہ رسولوں کے معجزات کو بھی اسی کی ایک قسم تصور کیا ہے۔ اہلِ مل کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ رسولوں کے اتباع میں داخل نہیں۔

چوتھا فرقہ: اہلِ حق

یہ فرقہ اتباعِ رسل اور اہلِ حق کا ہے جو اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انسان کا نفس ناطقہ اُنکے بدن سے الگ ایک مستقل وجود رکھتا ہے۔ اسی طرح جن اور شیاطین کے لیے بھی وہ مستقل وجود مانتے ہیں، وہ اُنکے لیے وہی صفتیں ثابت کرتے ہیں جن کا اثبات اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور اُنکے شر سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگتے ہیں کیوں کہ اُن کا اعتقاد ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی اُن کو شر سے بچانے والا نہیں۔

الغرض ان چار فرقوں میں سے ہی ایک فرقہ حق پر ہے، دوسرے فرقوں کے اقوال میں حق اور باطل دونوں یا ہم بٹے ہوئے ہیں، وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنِ يَشَاءُ (ال) صراطِ مُسْتَقِيمٍ

علیٰ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بوشت سے پیشتر عرب میں کثرت سے کافروں موجود تھے جو غیبی کے مدعی تھے اور پیشین گوئیاں کرتے تھے جن میں سے بعض پیشین گوئیاں ایک حد تک سچی ثابت ہوتی تھیں۔ ان لوگوں کے پیشہ کو کمانت کہتے ہیں۔ (مترجم)

مسند اذمنہ (جس سے پناہ لی گئی ہے) شیطان ہو جس کے شر کے ساتھ ان سے پاک کی مناسبت کا ہونا ضروری ہے، اسلئے ہم پہلے ان تینوں الفاظ کی اضافت کا مفہوم ظاہر کرتے ہیں اور اسکے بعد مناسبت کی وجہ ذکر کریں گے، اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ۔

رب کی تفسیر

رب الناس میں الناس کی طرف رب کا لفظ مضاف کیا گیا ہے، جس کا اشتقاق ربوبیت سے ہوا ہے، جسکے معنی ہیں لوگوں کا پیدا کرنا، اُن کی پرورش کرنا، اُن کی ضروریات کو پورا کرنا، اور ہر ایک طرح سے اُن کی خبر گیری فرمانا۔ اسلئے ربوبیت کا مفہیم اس بات کا مقتضی ہے کہ اُسکی قدرت کامل ہو، اُس کا علم وسیع اور محیط ہو، وہ اپنی مخلوق کی ضروریات سے واقف ہو اور اُسکی رحمت اور احسان کی کوئی انتہا نہ ہو۔

ملک کی تفسیر

لفظ ملک الناس میں ملک یعنی بادشاہ کا لفظ الناس کی طرف مضاف کیا گیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ تمام لوگ اسکے تابع فرمان بندے ہیں اور وہ جس طرح چاہتا ہے اُن میں تصرف کرتا ہے۔ کوئی اُسکی قدرت کاملہ کے دائرہ سے باہر نہیں اور ہر ایک طرح اُسکو اُن پر تسلط حاصل ہے، وہ اُن کا سچا بادشاہ ہے جس کی طرف وہ ہر ایک تکلیف اور مصیبت کے پیش آنے پر رجوع کرتے ہیں۔ اور اُنکے تمام امور رکیلہ اور جزئیہ کا انصرار اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

الہ کی تفسیر

لفظ الہ الناس میں الہ یعنی معبود کا لفظ الناس کی طرف مضاف بنا یا گیا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ وہی اُن کا سچا معبود ہے اور اسی طرح اُسکی ربوبیت اور اُسکی بادشاہت میں کوئی بھی سا ہم وشریک نہیں۔ اسی طرح صرف وہی عبادت کا مستحق ہے اور اُسکی عبادت میں کسی کو بھی شرکت کا حق حاصل نہیں۔

قرآن کا اسلوب

قرآن کریم کا اسلوب کلام یہی ہے کہ باجاً مشرکوں کو اپنی ربوبیت اور اپنی بادشاہت کا قائل کر کے اُس سے اپنی الوہیت اور معبودیت کے استحقاق پر استدلال فرماتا ہے جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے شریک بنا رکھے ہیں۔

خلاصہ کلام

جب یہ ثابت ہوا کہ وہی ہمارا رب ہے، وہی ہمارا بادشاہ اور وہی ہمارا معبود، تو ان باتوں کو مان کر ہمیں چاہیے کہ مصائب اور تکلیف میں اُسی کی طرف رجوع کریں اُسی کو اپنی اعانت کے لئے پکاریں اور اُسی کے ساتھ اپنی بیم و اُمید کو وابستہ رکھیں، اُسی کی محبت سے ہمارے دل بھر پور ہوں، اور اُسی پر ہمارا بھروسہ اور توکل ہو، اُسکے بغیر کسی دوسرے کے سامنے اپنا سر نیاز نہ جھکائیں، اور کسی دوسرے کی بارگاہ میں طلب حاجات کے لئے نہ گزر گزائیں کیوں کہ وہی ہمارا رب اور ہمارے تمام امور کا والی ہے۔ ہم اُسکے مملوک بندے ہیں اور وہی ہمارا سچا بادشاہ ہے جسکے ہاتھ ہمارے تمام مطالبات کی کنجی ہے، وہی ہمارا سچا معبود ہے جس سے ہم ایک لمحہ بھر بے نیاز نہیں ہو سکتے، اور جس کی طرف ہمارا احتیاج اس سے بہت زیادہ ہے جتنے کہ ہم اپنی روح اور اپنی زندگی کے محتاج ہیں، ایسے ہم سب کے لئے لازم ہو کہ ہر وقت اُسی کی بارگاہ کبریائی میں اپنی جبین نیاز زمین پر گر گزریں اور مصائبِ شائد کے وقت اُسی کے آگے دست التجا پھیلائیں، ہماری تمام احتیاجوں کو وہی نفع فرما سکتا ہے اور فرمائے گا اور ہر ایک قسم کی مشکل وہی آسان کر سکتا ہے اور کرے گا۔ اس تمام تقریر سے تمہیں شرِ شیطان سے پناہ مانگنے کے لئے جو انسان کا شدید ترین دشمن ہے ان اسمائے حُسن اور صفاتِ علیا کی وجہ مناسبت معلوم ہو گئی ہوگی۔

علیٰ و زبور بیت اور بادشاہت میں تو وہی اُسکو وحدہ لا شریک مانتے ہیں۔ (مترجم)

جامعیت ثلاثہ

اس سلسل عبارت میں لفظ الناس کو جو ان اسمائے حسنہ کا مضاف الیہ ہو باباً دہرایا گیا ہے اور ضمیر پر اکتفا نہیں کیا گیا اس میں یہ نکتہ ہے کہ مخاطب کو صراحت معلوم ہو چکا کہ ربوبیت، بادشاہت اور معبودیت تینوں مستقل صفات ہیں اور تینوں کے مفہوم کو الگ الگ ہن میں رکھنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا صفی دل پر گہرا نقش آجائے۔ ان صفات کی ترتیب میں ایک نہایت دلچسپ نکتہ ملحوظ رکھا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ ربوبیت کی صفت کو اپنے عموم کی وجہ سے مقدم رکھا گیا ہے۔ اور چونکہ مخلوق کو پیدا کرنے اور ان کی خبر گیری کرنے کے بعد ان میں تصرف کرنے اور اپنے امر و نہی کو اس میں نافذ کرنے کی باری آتی ہے۔ اور نافذ الامر بادشاہ ہونا ربوبیت کے سادہ مفہوم کی تکمیل ہے۔ اس لئے ترتیب طبعی کے مطابق ملک کے لفظ کو دوسری جگہ پر رکھنا مناسب تھا، اسی طرح بادشاہت کا کمال الوہیت میں ہے اور الوہیت کا مفہوم ان تینوں صفات میں خاص تر واقع ہوا ہے کیوں کہ ہر ایک مالک اور بادشاہ معبود نہیں ہوتا اس لئے اس کا سب سے پہلے ذکر کرنا موزوں تھا،

علاوہ اس کے یہ تینوں اسماء بلحاظ جامعیت معنی کے تمام اسمائے حسنہ کے معانی پر مشتمل ہیں۔

رب الناس کا مفہوم

رب الناس کا لفظ اپنے وسیع مفہوم میں مندرجہ ذیل اسمائے حسنہ کے معانی کو لئے ہوتے ہے:-

- (۱) الْقَادِر - قدرت رکھنے والا (۲) الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ - پیدا کرنے والا۔ خط و خال بنانے والا اور تصویر کھینچنے والا (۳) الْحَيُّ الْقَيُّومُ - وہ زندہ برقرار جس کی ذات پاک کے ساتھ سب مخلوقات کا قیام ہو اور وہ ان کا نسیم ہو۔

(۴) الْعَلِيُّ جَانِّ وَالَا (۵) السَّمِيعُ الْبَصِيرُ سِنِّے اور دیکھنے والا
 (۶) الْحَكِيمُ الْمُنْعِمُ احسان کرنے والا اور نعمتیں دینے والا (۷) الْبُزْرُ الْبَهَّاتُ
 سخی اور فیاض (۸) الْمَعْطِيُّ الْمَادِمُ اپنے قانونِ حکمت کے مطابق دینے والا
 روکنے والا (۹) الضَّارُّ النَّافِعُ نفع، ضرر پہنچانے والا (۱۰) الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخَّرُ
 کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے کرنے والا جس کو چاہتا ہے اپنے قانونِ حکمت کے مطابق
 ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہے گمراہی میں چھوڑتا ہے، کسی کو سعادت بخشتا ہے اور
 کسی کو مشقتی بناتا ہے، عزت اور ذلت اپنی مشیت کے موافق دیتا ہے اور اس کے
 یہ تمام تصرفات قانونِ حکمت کے مطابق ہوتے ہیں۔

ملک الناس کا مفہوم

ملک انسان کو وسیع ترین معنوں میں لیا جائے تو ذیل کے اسمائے حقے کا
 مفہوم ایک ضمن میں آجاتا ہے (۱) اَنْهَیْبُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ غالب اپنے
 زبردست قانونِ قدرت کے اتباع پر تمام مخلوقات کو مجبور کرنے والا۔ عظمت اور
 کبر باری والا (۲) الْحَكْمُ الْعَدْلُ حکومت کرنے والا بالانصاف (۳) الْخَافِضُ
 الرَّافِعُ کسی کو (حسب استحقاق) نیچے پھینکنے والا۔ اور کسی کے درجات بلند کرنے
 والا (۴) الْمُخْرِجُ الْمُدِلُّ عزت اور ذلت دینے والا (۵) الْغَظِيمُ
 الْجَلِيلُ الْكَبِيرُ عظمت اور جلال اور کبر باری کا خداوند (۶) الْوَالِيُّ الْمُتَعَالِ
 بڑی شان والا۔ حاکم متصرف (۷) مِلَکُ الْمَلَکُ تمام بادشاہت کا مالک
 وغیرہ وغیرہ۔

اللہ الناس کا مفہوم

اللہ الناس کا لفظ تو تمام اسمائے حقے کے معانی پر مشتمل ہے کیوں کہ اس کا
 مفہوم (سعبود حق) تمام صفاتِ کہ ال کا جامع ہے۔ چنانچہ لفظ اللہ کے استحقاق کے

معلق سیبویہ اور دیگر سخاۃ کا یہ قول بالکل درست ہے کہ یہ دراصل لاکھ تھادغا کے بعد افتد ہو گیا۔ اور نیز یہ کہ اللہ اسم ذات ہے اور اسلئے وہ تمام اسمائے حق کے معانی پر جو اسمائے صفات میں مشتمل سمجھا جاتا ہے۔ الغرض چوں کہ یہ تینوں اسماء تمام اسمائے حق کے معانی کو اپنے غنم میں لیے ہوئے ہیں، اسلئے جو شخص شیطان کے شر سے ان کے ساتھ پناہ طلب کرے گا وہ مستحق ہے کہ اسکو اُس کے شر سے پناہ دی جائے اور وہ اُس کے وسوسہ سے محفوظ رہے۔

فصل دوم

سورۃ فلق اور سورۃ ناس کا مقابلہ

دنیاوی شرور

سورۃ فلق میں ان شرور سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے جو فلاح سے انسان کو پیش آتے ہیں۔ اور سورۃ ناس میں اُس شر عظیم کا ذکر ہے جو خود انسان کے اندر موجود ہے اور جس سے بچنا خود اسکی اپنی قوتِ مرافعت پر منحصر ہے، دنیا میں شر کی دو ہی بڑی بڑی قسمیں ہیں ایک دُفوب اور معاصی کا شر۔ دوسرا مصائب اور تکالیف کا شر؛ پہلی سورۃ میں مؤخر الذکر قسم کے شر سے پناہ مانگی گئی ہے اور دوسری سورۃ میں اول الذکر قسم کے شر سے پناہ طلب کی گئی ہے۔ جس کی اصل ہمیشہ شیطان کا وسوسہ ہوتا ہے لیکن انسان کو اُس کے اثرات روکنے کا اختیار حاصل ہے اور آدمی اُس پر غالب آسکتا ہے۔

فصل سوم

وسواس کی نفسیہ

فصل چہارم

الخناس کی تفسیر

خناس کے معنی

خناس کا اشتقاق خَنَسَ ہے جس کے معنی ہیں ظہور میں آنے کے، بوجھپ جانا

اور پیچھے ہٹ جانا۔ قرآن میں ہے:

فَلَا أُقْسِمُ بِالْخَنَاسِ ۝

میں قسم کھاتا ہوں اُن ستاروں کی جنہوں میں
آنے کے بعد چھپ جاتے ہیں۔

(۸۱ : ۱۵)

بعض مفسرین نے دوسرے معنی لیکر اسکی تفسیر میں لکھا ہے کہ وہ ستارے جو آگے
بڑھتے بڑھتے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ الغرض اس مادہ میں یہ دونوں معنی پائے جاتے ہیں۔
خناس مبالغے کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں بہت چھپ جانے والا۔ اور بہت پیچھے
ہٹ جانے والا۔ یہ شیطان و سواس کی صفت ہے، اور اسکی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ جب انسان
اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان اُسکے قلب پر چھا جاتا ہے اور اُس کے
دل میں قہرِ قسم کے دوسوے ڈالتا ہے جو مختلف گناہوں کے ارتکاب کا بیج ہوتا ہے
لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو جائے اور اسکے ساتھ شیطان کے شر سے
پناہ لے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ اور ظاہر ہوئے کے بعد پھر چھپ جاتا ہے۔

مقامہ رضی اللہ عنہ نے تیشلی پیر کے میں اسکو اس طرح بیان کیا ہے، کہ شیطان اپنی
گتے جیسی تھوٹھی آدمی کے قلب پر رکھے رہتا ہے لیکن جب آدمی اللہ تعالیٰ کے ذکر میں
مشغول ہو تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اپنے اٹے کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسی طرح بعض
بزرگوں نے اسکو سانپ کے سر سے تشبیہ دی ہے۔ پہلی تشبیہ تحقیر کے لیے ہے اور دوسری

ایکے زہریلے افراط کی طرف اشارہ ہے۔ مبالغہ کا صیغہ اس لیے استعمال کیا گیا ہے کہ وہ بار بار ایسا کرتا ہے یعنی ذرا سا موٹا ہو گا اور اس نے وہ سب ڈانٹا شروع کیا لیکن جو نبی آدمی اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔ وہ کہتا ہے "غیر الذہم ہایتہ۔"

مومن کا شیطان

بسم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا اور اس کی یاد میں مشغول ہونا شیطان کے ہٹانے کے لیے کوڑے کا کام دیتا ہے اور گڑبازی کی ضرب سے بڑھ کر اسکو تکلیف دیتا ہے۔ اس لیے بعض بزرگوں نے یہ کنایہ استعمال کیا ہے کہ مومن کا شیطان لاغر اور دراندہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ مومن شمس ہمیشہ اپنے شیطان کو ذکر اللہ کے کوڑے لگاتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اطاعت اور توبہ و استغفار میں مشغول رہ کر اس کو لاغر اور دراندہ بنائے میں کو تاہی نہیں کرتا اور اس کا شیطان ہمیشہ تکلیف میں رہتا ہے، برخلاف اسکے فاسق ناجر آدمی کا شیطان موٹا دراندہ رہتا ہے کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو چھوڑ کر شیطان کی اطاعت میں صرف رہتا ہے اور اسکو ناراض ہونے کا موقع نہیں دیتا۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ جرم شخص اس دنیاوی زندگی میں اپنے شیطان کو ذلیل اور مغرب نہیں رکھیں گا تو آخرت میں شیطان اسکے عذاب کا باعث ہوگا اور اسکا ٹھکانا دوزخ میں ہوگا۔

فصل پنجم

تفسیر الذی یوسوس فی صدور الناس

شیطان فی وسوسہ

الذی یوسوس فی صدور الناس | وہ شیطان جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا رہتا ہے۔

پہلی آیت میں دوسوہ ڈالنے والے کا ذکر تھا اور اس آیت میں دوسوہ کی جگہ بتائی گئی ہے۔

شیطان کا نفوذ

اللہ تعالیٰ نے شیطان کو یہ قدرت بخشی ہے کہ وہ انسان کے سینے میں داخل ہو اور اسکے دل میں فاسد خیالات پیدا کرے (جس کا دوسرا نام دوسوہ ہے) وہ اسکے رگ وریشہ میں سرایت کیے رہتا ہے اور موت کے وقت تک اُس سے جدا نہیں ہوتا۔

دلائل نفوذ شیطان

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ سجد میں اعتکاف کیے ہوئے تھے۔ رات کے وقت میں آپ کی نیاز حاصل کرنیکے لیے خدمت میں حاضر ہوئی۔ تھوڑی دیر تک بات چیت کرنیکے بعد میں واپس آنے لگی تو آپ مجھے رخصت کرنیکے لیے تھوڑی دُور میرے ساتھ چلے (حضرت صفیہؓ کا گھر اُسامہ بن زید کی حویلی میں تھا) اس اثنا میں انصار کے دو آدمی سامنے سے گزرے اور انہوں نے آپ کو پہچانا تو تیزی آگے نکل گئے۔ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو آواز دیکر فرمایا: ذرا ٹھہر جاؤ۔ یہ میری اپنی بیوی صفیہؓ ہے۔ انہوں نے آپ کی اس غیر ضروری صفائی پیش کرنے پر تعجب کیا اور کہا سبحان اللہ! یا رسول اللہ! (یعنی آپ کے متعلق بھی کسی قسم کا شبہ ہو سکتا ہے؟) آپ نے فرمایا: بیشک شیطان انسان کے رگ وریشہ میں خون کی طرح سرایت کر جاتا ہے اور مجھے خوف تھا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی شک پیدا نہ کرے۔

بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صحیح حدیث ہے کہ جب نماز کے لیے اذان ہونے لگتی ہے تو شیطان گوز لگاتا ہوا پیچھے ہٹتا چلا جاتا ہے جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ پھر نمازیوں کے درغلانے کے لیے متوجہ ہوتا ہے۔

جب اقامت شروع ہوتی ہے تو پھر پہنچا ہونے لگتا ہے۔ اقامت سے جب فرخت ہوتی ہے تو پھر آمو جو ہوتا ہے امد آدمی کے دل میں دوسوے ڈنٹے میں مصروف ہوتا ہے امد بھولی بھری باتیں اُسکو یاد دلاتا ہے۔ یہاں تک کہ نمازی نہیں جانتا کہ میں نے تین رکعتیں پڑھی ہیں یا چار۔ ایسی حالت میں سجدہ سو کرنا چاہیے۔

وسوسہ کی قسمیں

اسی وسوسہ کی ایک قسم وہ ہے جس کا ذکر اُس حدیث میں ہے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے: تم میں سے کسی کے پاس شیطان آجاتا ہے اور یہ وسوسہ ڈالنا شروع کر دیتا ہے کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا اور فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا۔ یہاں تک کہ وہ کہہ دیتا ہے کہ فلاں کو کس نے پیدا کیا۔ جو کوئی تم میں سے اپنے دل میں یہ وسوسہ پائے اُسکو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ مانگے اور اپنے خیال کو زیادہ دوڑانے سے باز آجائے۔

نیز صحیح بخاری میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اپنے دل میں بعض اوقات ایسا خیال پاتے ہیں کہ اگر ہم آسمان سے گر کر ہلاک ہو جائیں تو اس بات کو ہم اس بات پر ترجیح دیتے کہ اس خیال کو زبان پر لائیں۔ آپؐ فرمایا: خدا کا شکر ہے کہ اُس نے شیطان کی بازو اور باندیشیوں کو وسوسہ تک محدود رکھا (یعنی اس پر مواخذہ نہیں)۔

یہ بھی وسوسہ کی ایک قسم ہے کہ انسان کوئی نیکی کا کام کرنا چاہتا ہے اور شیطان اُسکو دوسرے خیالات میں یہاں تک لگائے رکھتا ہے کہ وہ اُس نیکی کا کرنا بھول جاتا ہے۔ اسی بنا پر نسیان اور فراموشی کی نسبت شیطان کی طرف کی جاتی ہے کیونکہ وہی اُس کا باعث ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے قصے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے

شاگرد حضرت یونس بن فون کا قول منقول ہے:-

فَإِنِّي لَسَيِّئُ الْخَوَاتِرِ وَمَا آذَنُ فِينَا
إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَدْكُرَكَ (۱۵-۱۶)

میں مجھ پر کئی بات ذکر کرنا بھول گیا اور شیطان
میں نے اس کا ذکر کرنا بھلادیا

شیطان کا سب سے بڑا شر

آیت یہ تفسیر میں شر کی اضافت شیطان کی طرف کی گئی ہے۔ اور اگرچہ اس کا
ایک عظیم شر اس کا وہ ہے جو انسان کے باطن میں پیدا ہوتا ہے کہ اس میں شر و حسد
منہاں ہو سوسا اس الخناس اس میں ناکہ ہے کہ استعاذہ اسکے تمام شرور پر مشتمل ہو
البتہ اس میں شک نہیں کہ اس کا عظیم ترین شر جس کے زبردست اثر سے بڑے سے بڑا آدمی
مہذب نہیں ہو سکتا یہی وسوسہ ہے جو انسانی ارادہ کے گناہ اور معصیت پر مائل کرنے
کی جڑ اور ہر ایک قسم کے اعمال فاسدہ کے ظہور میں آنے کا ابتدائی بیج ہے۔

شیطان کا طرز عمل

انسان کا آئینہ دل ہر ایک قسم کے شر اور معصیت کے خیال سے سادہ ہوتا ہے
شیطان اپنے وسوسہ کے ذریعہ اس کے اعمق گوشوں پر گناہ کی ایسا تصویر قائم کر دیتا ہے
جس کو آہستہ کرنے اور مرقن بنانے پر وہ اپنی ہنرمندی صرف کرتا ہے۔ اور بالآخر اس کو
انسان کے سامنے ایک دلکش شکل سے پیش کرنے میں کامیاب ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ
ہوتا ہے کہ آدمی نے دل میں اس گناہ کے کرنے کا خیال راسخ ہو کر ارادہ کی صورت
اختیار کر لیتا ہے اور شیطان اس کے منہراثرات اور اس کے انجام پر دور اُسکی عقوبت کو
اُسکی چشم بصیرت سے اوجھل کر دیتا ہے۔ چنانچہ اس کو فریب گناہ کی وسوسہ رت اور اُسکی
لذت نظر آتی ہے اور بس۔ اس حالت میں شیطان اُسکے دل میں حرص اور موت
کے لشکر کو حرکت دیتا ہے اور اُس کو گناہ کے ارتکاب پر آمادہ کرنے میں کوئی کسر باقی

نہ رہتا حالانکہ اسی میں فوجی کرائی کے لوگوں کو بخیر رکھ کر یہ بتانا ہوتا ہے کہ اس کے لیے بیشمار برکتیں

نہیں چھڑتا۔ اس کے بعد جو کچھ وقوع میں آتا ہے وہ تم نے خود اپنے آپ میں اور دوسروں میں مشاہدہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّا اَرْسَلْنَا الشَّيَاطِيْنَ عَلٰى الْكَافِرِيْنَ
تَوَّذَّوْهُمْ اِذَا

وہ خود ان کا اثر قبول کر نیکی کے آمادہ ہوتے ہیں،
(۱۹: ۸۳)

چھوڑ دیتے ہیں۔ اور وہ شیطان انکو اچھی طرح سے

الغرض وہ اس طرح انسان سے گماہ کر کے چھوڑتا ہے۔ سر ایک گناہ اور مصیبت کی
جڑ رسی کا وسوسہ ہے اور اسی نکتہ کے لئے آیت کریمہ میں اس کے شر سے استعاذہ کی تعلیم
دیتے ہوئے اُنکو دَسُوْا اِس : وسوسہ ڈالنے والا۔ کے لفظ سے موصوف کیا گیا ہے
کیوں کہ یہی اسکی ایک ممتاز صفت ہے۔

فصل ششم

شیطان کے دوسرے شر

اقام

اس کے علاوہ اور بھی اُس سے کئی قسم کے شر صادر ہوتے ہیں جن سے پناہ مانگنا لازم
اتھا۔ اور ایسے شر کو اسکی ذات کی طرف مضاف کیا گیا ہے تاکہ استعاذہ اس کے تمام شر پر مشتمل
ہو، وسوسہ کو چھوڑ کر اس کے دوسرے شر بھی ہیں:

(۱) وہ چور ہے اور لوگوں کے مال چوراتا ہے۔ جس کھانے یا پینے کی چیز پر اللہ تعالیٰ کا

حکم اس تیسری نکتہ پر کہ شیطان کی مثال ایک ستی ہے جس کو دشمن پہنچا دیا جائے۔ (مترجم)

حکم اُن کے قوائے شہوانی کو تیز اور ایجاب کُنما کے لئے جس میں ان کی سستی کو دور کرتے ہیں۔ (مترجم)

نام نہ ذکر کیا جائے اُس سے اپنا حصہ چُر لینے میں وہ کامیاب ہوتا ہے، اسی طرح جس گھر میں اللہ تعالیٰ کی یاد سے لوگ غافل ہوں وہ اُس گھر میں شب باش ہوتا ہے۔

(۴) ایک شر اُس کا یہ ہے کہ جبکہ دل میں دوسوہ ڈالکر اُس سے گناہ کرتا ہے پھر خود ہی اس کا پردہ فاش کر کے لوگوں میں اسکو فضیحت کرنا اور انگشت نما بناتا ہے۔ بسا اوقات ایک شخص پوشیدہ طور پر کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے جس سے کوئی بھی آگاہ نہیں ہوتا لیکن وہ دیکھتا ہے کہ دوسرے دن اسکی خبر چاروں طرف پھیل گئی ہے، اور لوگوں کا موضوعِ سخن اسی کا گناہ ہے، یہ تمام شیطان کی کارستانی ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو شاربِ اپنے بندہ کے گناہوں اور اس کے عیوب پر پردہ ڈالتا ہے لیکن شیطان جو اُس کا دشمن ہے اسکو فضیحت کرنا چاہتا ہے، بہت سے لوگ بس نکتہ سے بیخبر ہیں تہجد سے باز رکھنا

(۳) شیطان کا ایک شریہ ہے کہ جب انسان سو جاتا ہے تو وہ اسکی گڈی پڑیں گے نہیں لگا دیتا ہے جو اس کے لیے تہجد کے واسطے اٹھنے سے مانع ہوتی ہیں۔ صحیح بخاری میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب تم میں سے کوئی سو جاتا ہے تو شیطان اسکی گڈی پڑیں گے دیتا ہے، ہر گز یہ میں یہ منتر بھونک دیتا ہے کہ ابھی کیا اٹھتے ہو بہت عرصہ باقی ہے، سو جاؤ۔ لیکن اگر آدمی اس کے کہنے پر التفات نہ کرے اٹھ بیٹھے اور خدا کو یاد کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر اس نے وضو بھی کر لیا تو دوسری کھل جاتی ہے اور اگر نماز بھی پڑھ لی تو اسکی تمام گرہیں کھل جاتی ہیں اور صبح کو اس کے اعضاء چست اور اسکی طبیعت خوش ہوتی ہے، بصورت دیگر اسکی طبیعت پریشان اور اس کے اعضاء رست ہوتے ہیں۔ ایک صحیح حدیث کا مفہوم یہ بھی ہے کہ جو شخص ساری رات سو جاتا ہے اس کے کان میں شیطان نے پیشاب کیا ہوتا ہے۔

نیکی کے کام سے روکنا

(۳) شیطان کا ایک شریہ بھی ہے کہ انسان کو نئی نیکی کا کام کرنا چاہے تو وہ اس کا راستہ روکتا اور اس کو نیکی سے باز رکھنے کی کوشش کرتا ہے، دنیا میں جتنی بھی نیکیاں ہیں ہر ایک نیکی کے راستہ پر شیطان بیٹھا راستہ روک رہا ہے، اور اس کی تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ اس راستہ پر کوئی نہ چلے اور اگر کوئی اس کی مخالفت کر کے چل پڑے تو وہ قاطع الطریق (رہزن) کی طرح اس کو تشویش میں ڈالکر اور ہر قسم کے موانع اس کے سامنے لا کر اس کو آفتاب پہنچنے نہیں دیتا لیکن اگر کوئی خوش قسمت اور باہمت انسان نیکی کرنے میں کامیاب ہو جائے تو اس کو ایسی باتوں پر آمادہ کرنے میں کوشاں رہتا جس سے اس کا وہ عمل صلح برباد ہو جائے۔

کلام مجید میں شیطان کا قول منقول ہے:

<p>یقیناً میں انکو گمراہ کرنے کیلئے بہت صراط مستقیم پر جاؤنگا اور پھر میں انکا راستہ روکے کیلئے ان کے آگے کی طرف سے اور ان کے پیچھے کی طرف اور ان کے دائیں اور بائیں جانب سے اگر اپنے مقصد میں کامیاب نیکی کوشش کرینگا اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو انیس اکثروں کو ناشکر کر رہا ہوگا</p>	<p>لَا قُعْدَنَ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيمَ ثُمَّ لَا يَسْنَهُمْ مَنْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا يَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ</p>
--	---

(۷۶: ۱۶، ۱۷)

اُسی نے ہمارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا اور اُسی نے ہر ایک نبی علیہ السلام کے زمانہ میں یہ کوشش کی کہ اُسکی دعوت الی اللہ کامیاب نہ ہو۔

شیطان اپنی پرستش چاہتا ہے

(۵) وہ چاہتا ہے کہ خدا کی توحید اور عبادت دُنیا سے مٹ جائے اور جا بجا

عمل مثلاً اثنائے عمل میں ریاء اور نیرد اور اس کے ہو چکنے کے بعد عجب اور خود پسندی عمل کے ثواب کو ضائع کر دیتی ہے یا جیسے حدیث کے لئے سنت نبویؐ نہ ایذا اس کے (بر کو بر باد کرنے کا موجب ہو) وغیرہ وغیرہ (مترجم)

چار ائمہ عالم میں اسکی (شیطان کی) دعوت کا بول بالا ہو اور لوگ اپنے مغیور و حق کو چھوڑ کر اسکی پرستش میں مشغول ہو جائیں۔

حضرت ابراہیم کو آگ میں ڈلوانا

(۶) ایسی ہی کارست تھی کہ اہل بابل کو ابراہیم پر آمادہ کیا کہ رئیس الموحدین بولالانیا۔

حضرت ابراہیم فضیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں پھینکیں

حضرت عیسیٰ کو صلیب پر چڑھانا

(۷) اسی نے یہودیوں کو ورغلا یا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانے کے لئے جدوجہد کریں۔ یہودیہات ہی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انکی حمایت کی اور کافروں کے شر سے انھیں محفوظ رکھا۔ پہلے کے حق میں فرمایا:

يُنَادُكَ دُونِي بَرِّدًا وَسَلَامًا عَلَيَّ اَبْرَاهِيمُ | اسے آگ! ابراہیم کے حق میں ٹھنڈی اور سلامتی کا موجب ہو جا۔ (۲۱: ۶۸)

اور دوسرے کے حق میں ارشاد ہے کہ:

وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِنْ
اُنْزِلُوهُ سَوَاءٌ مِّنْهُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ | انھوں نے نہ اسکو قتل کیا اور نہ اسکو صلیب دینے میں کامیاب ہوئے بلکہ ایک شبہ میں ڈال دیئے گئے۔ (۱۵۷: ۱۵۷)

حضرت یحییٰ کی شہادت

(۸) شیطان ہی کے کړوت تھے کہ حضرت یحییٰ اور زکریا علیہما السلام کو کافروں کے

ہاتھ سے شہید کرایا۔ فرعون کو خدا فی کا دعویٰ کرنے، ملک میں سخت فساد پھیلانے اور

غریبوں پر مظالم ڈھانے پر آمادہ کیا۔ اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

برخلاف کافروں کو اُکسایا کہ ان کے قتل کی سازش کریں اور ان کی رسالت کو ناکامیاب

بنانے کے لئے ان کے ساتھ لڑائیاں لڑیں۔

رسول اکرم علی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں رخصلانا

(۹) ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ وہ آگ کا ایک شعلہ اٹھ کر سامنے سے نمودار ہوا اور قریب تھا کہ آپ کو اس سے آگ بھڑکنے لگی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ پناہ لی اور آپسرن کی لعنت بھیجی جس پر وہ بھاگ گیا۔
رسول کریم پر جادو کرنا

(۱۰) اسی طرح یہودیوں کو ورغلا یا اور انہوں نے آپ پر جادو کیا۔ جس کا ذکر پہلے مفصل ہو چکا ہے۔

انفرض جب اُسکی یہ حالت تھی کہ وہ نبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تک سے نہیں چوکتا اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی حالت میں چھیڑا تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کے شر سے مخلصی پانا کس قدر دشوار ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اُسکا فضل شامل نہ ہو تو معاملہ نہایت سخت ہوتا:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ
 مَا ذُكِرْتُمْ مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ
 اللَّهَ يُبْرِكُ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ سَمِيعٌ
 عَلِيمٌ

اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُسکی عنایت نہ ہوتا تھا
 حال نہ ہوتی تو کوئی بھی تم میں سے ہرگز اس شر سے
 مخلصی پا کر پاکیزہ نہ بنتا لیکن اللہ تعالیٰ جبکہ چاہتا ہے
 اپنے قانون حکمت کے مطابق پاکیزہ بناتا اور اُسے شر سے
 محفوظ رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے

(۲۴: ۲۱)

فصل ہفتم

شیطانی شر کے اقسام

چھ قسمیں

اگرچہ ہر ایک قسم کا شر جو دنیا میں موجود ہے اُسکی ابتداء شیطان سے ہے

اور اس لیے شرکی قسموں کا شمار کرنا قدرے دشوار ہے۔ لیکن اسکی بڑی بڑی چھ قسمیں ہیں اور وہ ہمیشہ انسان کو انہیں میں سے کسی ایک میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان کی تفصیل ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:

شرک و کفر

۱۔ **بڑا شر شرک و کفر ہے** جس کا نتیجہ اللہ اور رسول کی دشمنی ہوتی ہے، اور جس کی عقوبت آخرت میں ابدی جہنم ہے۔ شیطان سب سے پہلے انسان کو اسی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اور اگر وہ اس میں کامیاب ہو جائے تو گویا اسکے دل کی مراد پوری ہو جاتی ہے، کیوں کہ ایسا شخص (العیاذ باللہ) ابلیس کا داعی اور اکیلا نائب بن جاتا ہے۔

بدعت

(۲) لیکن اگر پہلی قسم میں وہ کامیاب نہ ہو تو پھر وہ آدمی کو بدعت کی طرف مائل کرے اور اسکو وہ فسق و فجور پر ترسج دیتا ہے کیونکہ اول الذکر کا تعلق اعتقاد سے ہے۔ اور مؤخر الذکر عمل کی خرابی ہے۔ علاوہ ان میں کھلے گناہ پر اکثر انسان کا اپنا ضمیر اسکو کھلتا کرتا ہے اور اسلئے وہ عموماً توبہ پر مائل ہو جاتا ہے۔ لیکن چون کہ بدعت کو آدمی اپنے زعم میں بڑا سمجھتا ہی نہیں بلکہ یہ خیال کرتا ہے کہ میں ایک اچھا کام کر رہا ہوں۔ اسلئے وہ اس سے تائب نہیں ہوتا اور نہ ہی اسکے تائب ہونے کی امید کی جاسکتی ہے۔

بدعت کی بنیاد من حیث یدہا اور لایدرہا من حیث یدہا رسول پر ہے اور

اس لیے اس کا درجہ شرک اور کفر کے قریب قریب ہے، لہذا بدعت کی طرف بلا شیطانی

مائل کیونکہ بدعت کے یہ معنی ہیں کہ آدمی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کوئی عمل کرے اور اسکا

اعتقاد یہ ہو کہ میرا فعل سنت کے مطابق اور اسلئے مستحسن ہے کیونکہ اپنے فعل کے امتحان کی اس نے کوئی

نہ کوئی وجہ ٹھہرائی ہوتی ہو اور شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ وہ اسکو اس منہ لاف میں ڈال دے۔ (مترجم)

لعین کا مرغوب مشغلہ ہے اور اس کو شش میں وہ کامیاب ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے نائبوں کی تعداد میں ایک اور کا اضافہ کر دیا، بلحاظ شرکے بتیغ بھی کا فراور شرک سے کچھ کم نہیں بلکہ بعض اوقات اس کا شران سے بڑھ کر خرابی پیدا کرتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اسلام کا دوست نہ دشمن ہے اور اس کا بدعت کی طرف بلانا شہد میں زہر ملا کر دینے کی مثال رکھتا ہے۔

کبار

(۳) لیکن اگر کسی کو اللہ تعالیٰ نے سنت پر ثابت قدم رہنے کی توفیق بخشی ہو اور شیطان کی تمنع کاریاں، ہسکی تیز بین اور نقاد نظروں سے چہرہ حقیقت اور جمال سنت چھپانے میں کامیاب نہ ہو سکی ہو تو پھر اُس کا تیسرا ادویہ ہوتا ہے کہ وہ اُسکو کبار کے ارتکاب پر آمادہ اور اُس میں مبتلا کر دے۔ اور اگر وہ شخص عالم ہے اور لوگ اُسکو قابلِ اقتدار سمجھتے ہیں تو شیطان لعین کی تمام تر کوشش یہ ہوتی ہے کہ وہ اُسکو پھسلا دے تاکہ لوگ اُس سے نفرت نفرت کرنے لگیں اور اُسکے فیض صحبت سے جو تھوڑا بہت فائدہ متصور ہوتا تھا اُس کا دروازہ بند ہو جائے جب وہ بدعتی سے گناہ کر بیٹھتا ہے تو پھر اُسکی (شیطان کی) کوشش یہ ہوتی ہے کہ اُسکو لوگوں میں شہرت دے۔ اور طبقہ عوام میں ایسے اشخاص کی کمی نہیں ہوتی جو ابلیس کے نائب بن کر اُس عالم کی اس لغزش کو مشہور کرتے پھرتے ہیں اور بزرگ خود اُسکو ایک ثواب کا کام سمجھتے ہیں، ایسے اشخاص کو میں نے ابلیس کا نائب ایسے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ
فِي الدِّينِ أَمْنُوا لَهُمْ عَذَابُ الْكَفُورِ
الْأُولَئِكَ هُمُ الْفَاحِشُونَ (۲۴ : ۱۹)

آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ جب اُن لوگوں کے لئے یہ عید ہے جو اس بات کو پسند کرتے ہیں

کہ مومنوں کی کوئی بُری بات مشہور ہو جائے تو وہ اشخاص کیوں نہ ابلیس کے نائب
 تصور کیے جائیں جو مومنوں کی بُری بات مشہور کرنے میں پیش از پیش رہتے ہیں اور
 اُسکے علم بردار ہوتے ہیں، اور یہ تم یاد رکھو کہ اس عالم مقتدرے کا گناہ خواہ کتنا بڑا ہو
 ان لوگوں کے گناہ کے مقابلہ میں کم ہو گا کیوں کہ اُس کا اپنے نفس پر ظلم ہے جس سے
 اُڑوہ تائب ہو جائے اور خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے اُس کی بابت مغفرت
 طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اُسکی توبہ قبول فرما کر اپنے سچے وعدے کے مطابق اُس کی
 برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ تبدیل کر دے گا۔ لیکن ان لوگوں کے گناہ کی کچھ اور نوبت
 ہے کیوں کہ یہ ایک ایمان دار بندے پر ظلم ہے اور ایک مسلم بلکہ عالم دین کی عیب جوئی
 اور اُسکی فضیحت کرتا ہے، اور گو بظاہر اس عیب جوئی اور ارادہ فضیحت کو تلویلو
 کے زور سے خیر خواہی مسلمانان یا کسی دوسری نیکی کی صورت میں ظاہر کیا جائے
 لیکن اللہ تعالیٰ سینوں کے راز اور نفس کی پوشیدہ خیانتوں سے واقف ہوتا ہے
 اللہ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ

صغائر

دہم، لیکن اگر شیطان کو اس کوشش میں بھی مایوسی حاصل ہو اور وہ کبیر کے ارتکاب
 پر کسی کو مائل نہ کر سکے تو وہ صغائر کے کر لینے پر اکتفا کرتا ہے کیوں کہ صغائر بھی جمع ہو کر
 کبیرہ کی طرح انسان کی ہلاکت کا باعث ہو سکتے ہیں۔

اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”حقیر گناہ میں سے اپنے آپ کو بچاؤ
 کیوں کہ اسکی مثال یہ ہے کہ کوئی قوم بیابان میں اتر پڑے اور ہر ایک اُن میں سے
 جاکر جنگل سے ایک لکڑی کا ٹکڑا اٹھا لائے۔ یہ ٹکڑے جمع ہو کر ایک بڑی لکڑی کی

مٹے اور ایک عالم سے اس بات کی توقع رکھنا غیر اغلب نہیں۔ مترجم

مٹے ملاوہ انہیں اس صورت میں توبہ کا عند در بھی ان سے بعید ہے کیونکہ وہ اس فعل کا ایک نیکی خیال کر رہے ہیں
 (متبرج)

جاسکتی ہے۔ جسپر روٹی پکا سکتے اور کباب بھون سکتے ہیں یہ حدیث بالمعنی روایت کی گئی ہے اور حدیث کے ٹھیک الفاظ راوی کو یاد نہیں رہے۔

صغائر کے ارتکاب میں ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ مرکب ان کو بہت ہلکا اور ناقابل اعتناء سمجھ کر ان کا ارتکاب کرتا ہے۔ لیکن کسی کبیرہ گناہ کا کرنے والا جو اپنی عاقبت کی بات ہر اس میں اس سے بہت بہتر ہے جو صغائر کو حقیر سمجھ کر ان کا ارتکاب کرتا ہو۔

مباحات

(۵) پانچواں شر شیطان کا یہ ہے کہ اگر کوئی شخص صغائر کا بھی ارتکاب نہیں کرتا ہے تو وہ اسکو ایسے مباحات میں مشغول کر دیتا ہے جس میں مشغول رہ کر انسان ثواب کے کاموں سے محروم رہتا ہے اور جن کا ثواب باوجود قدرت کے کھو بیٹھنا نقصان عظیم ہے، شیطان کو اس سے بھی خوشی ہوتی ہے کہ وہ کسی کو ثواب اور درجات کے حاصل کرنے سے محروم کر دے۔ لیکن اگر کوئی صاحب بصیرت شخص اپنے وقت عزیز کا اس قدر خیال رکھتا ہے کہ اسکو مباحات میں بھی ضائع نہیں کرتا اور سمجھتا ہے کہ اس کا ایک ایک لمحہ اگر کسی نیک کام میں صرف کیا جائے تو اس سے ملکِ ابد کے درجات عالیہ خریدے جاسکتے ہیں تو ایسے شخص کے ساتھ شیطان ایک اودھواؤ کھیلتا ہے اور وہ یہ ہونٹ

افضل عمل سے باز رکھنا

(۶) اسکو کسی افضل عمل مفصل میں مشغول کر دیتا ہے تاکہ ان کو کم از کم ثواب کی زیادتی سے محروم کر دے، یہ ایک بسا دایم فریب ہو جس کا پول اکثر دس نہیں کھلتا اور بڑے بڑے عابد اس میں گر پڑتے ہیں کیوں کہ جب ایک شخص اپنے دل میں کسی نیکی اور کارِ ثواب کے کرنے کی رغبت پاتا ہے تو اسے گمان تک نہیں ہوتا کہ اس کا محرک اور ترغیب و مندہ شیطان ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہوتی ہے اور شیطان اس کو

مباحات وہ ہیں جو کے کرنے نہ کرنے میں ثواب عذاب نہیں۔ مترجم ۲۰ ایسے عمل میں جو پہلے کے مقابلہ

میں کمتر ثواب کا موجب ہے۔ مترجم

کسی نیکی کرنے کی اسلئے ترغیب دیتا ہے کہ اُسکو اس سے بہتر نیکی سے مانع ہو جس کے کرنے سے اُسکو بہت زیادہ ثواب حاصل ہو سکتا تھا۔

عموماً سادہ لوح مومن کی سمجھ سے یہ بات بالآخر ہوتی ہے کہ شیطان بھی انسان کو نیکی پر مائل کر سکتا ہے، وہ اس قسم کی تحریک اور خواہش کو بن جانبا اللہ تعالیٰ خیال کرتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ شیطان بعین بعض اوقات ایک چھوڑ ستر نیکیوں کے کرنے کی ترغیب دیتا ہے جس سے اُس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ شخص کسی شر میں مبتلا ہو (اور وہ ستر نیکیاں صرف کسی شر میں مبتلا کرنے کا ذریعہ ہوتی ہیں) یا کسی ایسی بڑی نیکی سے اُسکو محروم کر دے جو تنہا ان ستر نیکیوں سے زیادہ ثواب اور درجات کا موجب ہے۔ شیطان کی ان دقیق مکاریوں کو وہی شخص پہچان سکتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص ہدایت کا نور رکھ دیا ہو جو اُس شخص کو حاصل ہو سکتا ہو جو ان سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا پابند ہو اور بدعت سے سخت اجتناب کرتا ہو، اور اس بات کی ٹوہ میں لگا رہے کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اُس کے رسول کی نظر میں زیادہ محبوب ہے لیکن اکثر لوگ اس مرتبہ سے محجوب ہیں: وَذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (۲۱: ۵۷)

الغرض جب شیطان ان تمام شرور میں سے کسی میں بھی آدمی کو مبتلا نہ کر سکے تو پھر وہ اپنی جماعت کے لوگوں انس و جن کو اُسکی ایذا اور تکلیف دہی پر آمادہ کرتا ہے یہ لوگ اُسکو کافر اور گمراہ اور اسی قسم کے دیگر القاب یاد کرتے اور دوسروں کو اُس سے متنفذ کرتے ہیں جس سے اُس بعین کا مطلب اُسکو تشویش میں ڈالنا ہوتا ہے، تاکہ اُس کے قوائے فکر یہ اُنکے بیجا اہتمامات اور ضرر رسانی کے دفع پر متوجہ ہوں۔ جتنا وہ اس پر متوجہ ہوگا اتنا وہ خداے تعالیٰ کی یاد سے غافل ہوگا اور جلیل القدر نیکیوں کے کرنے پر وہ کم توجہ مبذول کر سکے گا۔

علامہ ازیں دوسرے لوگ جو بصورت دیگر اُسکے علم اور اُسکے اسوہ حسنہ سے
عظیم فوائد حاصل کرتے اُس کے فیض صحبت سے محروم رہتے ہیں۔

شیطان کی رسائی

قارئین کرام! یہ ایک عظیم النفع باب ہے اُسکے مضمون کو اچھی طرح اپنے ذہن
میں نقش کرو: یُوَسْوِسُ فِی قُلُوبِ النَّاسِ کَیْ بَآئِیَ یُوَسْوِسُ فِی صُدُورِ
النَّاسِ کہنے میں یہ کہتے ہیں کہ شیطان کی رسائی اصل دل تک نہیں ہو سکتی بلکہ وہ فطر
انسان کے سینے میں جو قلب کے لیے بمنزلہ وہیز کے ہی داخل ہو کر دوسوہ ڈالنے اور انسان
کے ارادہ میں اپنی مرضی کے مطابق تبدیلی کرنے میں کوشش کرتا ہے۔ یہ معلوم کر کے
مومن کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور وہ اُسکے شر کو دفع کرنے پر دلیر ہوتا ہے۔ حضرت
آدم علیہ السلام کے قصے میں ارشاد ہوا ہے:

فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ الْحَمْدُ (۲۷: ۱۲۸) | شیطان نے اُسکی طرف دوسوہ ڈالا۔

اِلیٰ کے استعمال کرنے میں بھی یہی کہتے ہیں کہ شیطان نے اپنا دوسوہ کسی قدر دُور سے
اُسکے دل میں ڈالا۔

فصل ہشتم

تفسیر من الجنت والناس

مفسرین کا اختلاف

مِنْ الْجَنَّةِ وَالنَّاسِ کے متعلق مفسروں نے اختلاف کیا ہے، ایک جماعت
مفسرین کا یہ قول ہے کہ ہُنَّ بیانہ ہے اور اسکا تعلق لفظ الناس کے ساتھ ہے جو
صَدْر کا مضاف الیہ واقع ہوا ہے، اس قول کے موافق آیت کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ

دوسوہٹلنے والا شیطان دو قسم کے لوگوں کے سینوں میں دوسوہ ڈالتا ہے۔ جن اور انسان۔ بالفاظ دیگر وہ شیطان جو جنوں کی قوم سے ہو۔ جنیوں کے اور آدمیوں کے سینہ میں برے خیالات کا انکار کرتا ہے۔ لیکن یہ قول کئی جود سے ضعیف ہو:

(۱) ایک نوک اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ شیطان جنیوں کے سینہ میں بھی ایسی طرح نفوذ کرتا ہے جس طرح وہ بنی آدم کے سینہ میں کرتا ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ لفظ کے لحاظ سے بھی یہ ترکیب درست نہیں کیونکہ اس قول کے بموجب الذائیس کا بیان الجنۃ والذائیس واقع ہوتا ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ وہ شیطان جو لوگوں کے سینہ میں دوسوہ ڈالتا ہے یعنی جن اور لوگوں کے سینہ میں۔ کیا اس عبارت کو تم فصیح کہہ سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔

(۳) تیسرے یہ کہ اس کے یہ معنی ہوئے کہ لوگوں کی دو قسمیں ہیں: ایک جن اور دوسرے لوگ۔ اس قسم کی تقسیم بالکل درست نہیں، اسکو کہتے ہیں تقسیم المتئی الی اللہ والی غیرہ۔ اس کے معنی بعینہ یہ ہوئے کہ انسان کی دو قسمیں ہیں: انسان اور غیر انسان، کیونکہ جن یقیناً انسان نہیں بلکہ اس کا مد مقابل ہے اور اس کا مادہ اشتقاق بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔ ج، ن، ہن کا مادہ جس لفظ میں پایا جائے اُس میں پوشیدگی کے معنی ملحوظ ہونگے اور جن کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ وہ آنکھوں سے پوشیدہ رہتے ہیں۔ برخلاف اس کے الناس اور انسان کا مادہ۔ ا، ن، ہس ہے جس میں دیکھنے کے معنی پائے جاتے ہیں۔

کام پاک میں ہے:

النَّاسُ مِنْ جَانِبِ الطُّوَرِ (۶: ۴) کوہ طبر کی جانب سے اسکو آگ نظر آئی۔

فَإِنْ أَنْشَأْتُمْ مِنْهُمْ ذُرِّيَّتًا (۶: ۴) اگر تم دیکھو کہ ان میں معاملہ فہمی کی صفت پیدا ہوگئی،

انسان کو اس لئے انسان کہتے ہیں کہ وہ آنکھوں سے دیکھا اور محسوس کیا جاتا

حکمے یعنی کسی دوسری آیت یا حدیث صحیحہ میں اسکی تصریح نہیں پائی جاتی۔ (مترجم)

انسان کو نسیان سے مشتق سمجھنا جیسے کہ بعض کا خیال ہے بالکل غلط ہے اور اسکی ایک سادہ مگر زبردست دلیل یہ ہے کہ چاہے اسکے الف نون کو زائد سمجھا جائے یا اسی کسی صورت میں بھی اسکا مادہ ن، ہی نہیں ہو سکتا جو نسیان کا مادہ ہے اسلئے اس کو نسیان سے مشتق سمجھنا بجاہت کے خلاف ہے۔

جن وانس کی بحث کا فیصلہ

مفسرین کے اس اختلاف کے بعد معلوم ہوا کہ جن وانس اور ان کے مقابل چیزیں ہیں اور ان کے مادہ اشتقاق سے صرف ثبات ہوتا ہے کہ ان کے معنی میں تضاد ہو اور اسلئے جن اور انسان دونوں کو الناس اور انسان کی قسم خیال کرنا نہایت نامعقول ہے۔ کیا انسان کی دو قسمیں ٹھیکرانا انسان اور غیر انسان، عقل کے ساتھ کھلی دشمنی نہیں؟ تم کہہ سکتے ہو کہ آیت کریمہ میں الناس کا لفظ استعمال ہوا ہے، لیکن صحیح ترین قول یہ ہے کہ اسکی اصل اناس ہے (جو انسان کی جمع ہے) کثرت استعمال و تخفیف کیلئے بغیر ہمزہ کے استعمال ہونے لگا۔ اس صورت میں قطعاً اس کا مادہ ان، اس ہے جو بعینہ انسان کا مادہ ہے لیکن اگر اسکی اصل اناس نہ فرض کی جائے (جو بہت بعید ہے) اور اس کو ایک مستقل لفظ مانا جائے تب بھی اسکا اطلاق بنی آدم پر ہوتا ہے اور جن اس کے مفہوم میں ہرگز داخل نہیں جن لوگوں کا خیال ہے کہ الناس کے مفہوم میں انسان اور جن دونوں داخل ہیں اور اسلئے وہ آیت کریمہ میں پہلے الناس کو عام اور دوسرے کو بنی آدم کے لئے مخصوص سمجھتے ہیں، اور اس بنا پر وہ خیال کرتے ہیں کہ الناس کی تقسیم جن اور انسان کی طرف درست ہو، ان کی غلط فہمی کی صلیبت یہ ہو کہ قرآن کریم کی اس آیت میں کہ:

وَ اِنَّهٗ كَانَ رِجَالًا مِّنْ الْاَنۡسِیۡنِ یَعُوۡذُوۡنَ | بیشک بنی آدم کے چند اشخاص جنہیں کے چند اشخاص
رِیۡجَالٌ مِّنَ الْجِنِّ - (۶: ۷۰) کے ساتھ پناہ لیتے تھے۔

جنہوں پر رجال کا اطلاق ہوا ہے جو ان کے خیال میں الناس کے مرادف ہے۔ اس

لفظ نہیں کا ازالہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس آیت میں رجال کا لفظ بتدوین کے لئے بطور مطلق کے استعمال نہیں بلکہ مقید طور پر استعمال ہوا ہے یعنی رجال کا جن کا پیش کے مقابلہ میں رجال النجین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔

سیاق کلام

اس کی مثال یہ ہے کہ پتھر یا الٹری کی صورت کو ہم کہہ سکتے ہیں کہ هَذَا إِنْسَانٌ
فَمِنْ النَّجَّارَةِ يَا رَجُلٌ مِّنَ الْخَشَبِ لیکن بغیر اضافت اور تعقید کے اس پر انسان
یا رجل کا لفظ نہیں بول سکتے، نیز سیاق کلام سے صاف واضح ہے کہ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ
دو مقابلے کے لفظ ہیں ایسے دونوں پر الناس کا لفظ کس طرح مشتمل ہو سکتا ہو؟
برخلاف اسکے الرجال اور الجن کا لفظ مقابلے کے طور پر استعمال نہیں ہوتے بلکہ
ان کی بجائے الجن والانس کہا کرتے ہیں۔ بہر حال یہ قول کہ من الجنة والناس میں
میں بیانہ کا تعلق الناس کے ساتھ ہے جو ضرور کا مضاف الیہ واقع ہوا ہے نہایت
ضعیف اور مرجوح قول ہے۔

اسکے مقابلے میں ایک دوسری جماعت مفسرین کی یہ کہتی ہے، کہ من الجنة والنار
الناس کا لفظ الائی یُسوس کا بیان واقع ہوا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ سو
ڈالہ کا کام دونوں قسم کے شیطان انجام دیتے ہیں۔ وہ شیطان جو جنوں کی قوم سے
ہو اور وہ شیطان جو نوع انسانی کا ایک فرد ہے، یہ دونوں قسم کے شیطان دل میں برے
خیالات پیدا کرنے کا ذریعہ ہیں۔ اگرچہ انسانی شیطان کا انکار کان کے ذریعہ سے ہوتا ہو
کیونکہ اسکی بات حرف اور صورت سے ہوتی ہے جس کا تعلق قوتِ سامعہ کے ساتھ ہو
اور جنی شیطان کو اس ذریعہ کی ضرورت نہیں وہ براہِ رست دل میں انکار کرتا ہے
کیونکہ اسکو انسان کے باطن میں نفوذ حاصل ہے اور وہ اسکے رگ و پے میں سرایت
کے مشریر انسان پر شیطان کا اطلاق کلام مجید کا عام محاورہ ہے۔ (مترجم)

کیے ہوئے جو تیسے کو اس سے پہلے اس کے ثبوت میں بہت صحیح کامیاب کیا ہے
البتہ بعض اوقات بہتر شیطان بھی آجی آجی کر رہا ہو۔ تشکیلی سیکرڈن کے ذریعہ سے
انسان کے دل میں دوسو سو وائس، چنانچہ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں جو کہانوں
کے بارے میں وارد ہوئی ہے مفصل ذکر ہے۔

الغرض اس دوسرے قول کا مختصر یہ ہے کہ الذی فی یومئذ یسألکم
جن اور انسان۔ اور یہ دونوں انسان کے واسطے دوسرے دوسرے اور ان کے ہمدردوں کے
باعث ہوئے ہیں۔

اسکی تائید ایک دوسری آیت سے ہوتی ہے:

<p>وَلَا تَكُن مِّنَ السَّاجِدِينَ لِلشَّيْطَانِ إِنَّهُ يَكُونُ لَكَ عَدُوًّا مُّبِينًا ۚ</p>	<p>اسی طرح ہم نے ہر ایک پیغمبر کیسے انسان اور جن کی ذریعے شیطانون کو اس کا دشمن بنایا جو ایک بکر کو طرف ایسا بنوں کا القاء کرتے ہیں جن کا مطلب اور حقیقت میں ہو کر اور غریب ہوتی ہیں۔</p>
--	---

غُرُودًا (۹: ۱۱۳)

اور ایسے یہ دوسرا قول قابل ترجیح ہے اور اس پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

علاوہ ازیں پہلے قول کے بموجب اس سورۃ میں صرف شیاطین الجن کے شر سے
پناہ مانگنے کا ذکر ہے لیکن دوسرے قول کی بنا پر دونوں قسم کے شیاطین جن اور انسان
شر سے پناہ طلب کی گئی ہے، لہذا استعاذہ کی جامعیت کیلئے یہی قول زیادہ موزوں
ہے: واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ احکم۔

فصل ششم

شیطان کے شر و کا دفعیہ

اسباب بچاؤ

شیطان کے شر سے بچنے کے دس سبب ہیں۔

پہلا سبب: استعاذہ باللہ

(۱) یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اسکے شر سے پناہ مانگی جائے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَأَقِمَّ زَعَمَكَ مِنَ الشَّيْطَانِ مَنَّعٌ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
اَللّٰهُمَّ كُونْ لِىْ شَرِيْظًا مِّنْ اَعْمٰلِىْ نَاجِيًا ۖ وَتَوَلَّ اَعْمٰلِىْ
وَسَّوْءًا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِمَا يَصْنَعُ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِۦ
بِغَيْبٍ ۚ (۴۱: ۳۶)

اس سے پہلے کسی مقام پر تم کو بتایا جا چکا ہے کہ سننے سے مراد قبول کرنا ہے۔

علم بیان کے واقف جانتے ہیں کہ (اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ) نہایت ہی مؤکد جملہ ہے، چوں کہ اس سے پہلے اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ تم اپنے دشمن کے ساتھ ایسی نیکی کرو جس سے بہتر نہیں ہو سکتی اور چوں کہ اس پر عمل کرنا نفس پر نہایت شاق گزرتا ہے کیوں کہ شیطان اُس کے سامنے یہ بات لاتا ہے کہ ایسا کرنا ذلت کی دلیل ہے اور اس سے تمہارے دشمن کو ایذا دہی کی مزید جرأت نہ ہوگی، اسلئے سب سے بہتر تو یہی ہے کہ اُس سے اپنا پورا بدلہ لے لو میا زیادہ سے زیادہ اسکی تعدی سے درگزر کرو، لیکن اسکے ساتھ نیکی کر کے دشمن کے سامنے اپنے آپ کو عاجز ثابت کرنا اور ذلیل بنانا کچھ شک نہیں کہ موت کے برابر بلکہ اس سے بدتر ہے۔

الغرض نفس پر یہ نہایت سخت گزرتی ہے اسلئے تقاضائے مقام کی وجہ سے اِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ کے جملہ کو نہایت مؤکد شکل میں استعمال کیا گیا، لیکن ایک دوسرے مقام پر اسی جملہ کو اپنی سادہ شکل میں استعمال کیا گیا ہے، سورہ اعراف میں ہے: وَاقْبَلْ زَعَمَكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزَعٌ ۖ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۷: ۲۰۰) اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ جاہلوں سے درگزر کریں۔

اور چونکہ اس پر عمل کرنا پہلے کی طرح شاق نہیں اسی لیے اس جگہ کی تاکید ضروری نہیں سمجھی گئی۔
 الغرض شیطان کے شر سے بچنے کا پہلا سبب استعاذہ باللہ جس کی بابت ان
 آیتوں میں ارشاد ہے، نیز صحیح بخاری میں سلیمان بن صخر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث
 ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں تھا کہ اس نے میں دو شخصوں نے
 ایک دوسرے کو گالیاں دیں اور ایک کا چہرہ سرخ ہو کر آدن کی رگیں پھول گئیں
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ایک قلمہ جانتا ہوں اگر وہ کلمہ کہہ دے
 تو یہ حالت اسکی ذائل ہو جائے گی وہ کلمہ یہ ہے: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔
دوسرا سبب: استعاذہ بالمعوذتین

(۲) یہ کہ ان دونوں سورتوں (سورۃ فلق اور سورۃ ناز) کے پڑھنے پر مداومت
 کرے۔ شیطان کے شر سے محفوظ رہنے میں ان سورتوں کے ذریعہ سے استعاذہ کا
 حیرت انگیز طور پر مدد فرموتا ہے، اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو
 بابت فرمایا ہے کہ استعاذہ میں کوئی ان کے برابر نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ ہر رات سوتے وقت ان سورتوں کو
 پڑھتے تھے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو آپ نے حکم دیا تھا کہ ان کو ہر نماز کے پیچھے پڑھا
 کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی منقول ہے کہ اگر صبح و شام کوئی سورۃ
 اخلاص اور ان سورتوں کو پڑھا کرے تو وہ ہر طرح کی آفت اور شر سے بچا بیگا۔

تیسرا سبب: آیت الکرسی کا ورد

(۳) یہ کہ آیت الکرسی کو اپنا ورد بنائے، صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
 روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو سرسایہ کی حفاظت پر مامور فرمایا
 ایک رات ایک شخص نے آکر اُس اناج کے ڈھیر سے ٹھکیاں بھرنا شروع کیا اور جب میں نے
 اسکو پکڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جانا دیا تو اس نے نیتِ حیات

مشرع کی اور وعدہ کیا کہ پھر نہیں آؤں گا، اس پر میں نے اُسکو چھوڑ دیا، دوسری اور تیسری رات ایسا ہی واقعہ پیش آیا، دوسری رات اُس نے مجھ سے کہا کہ اگر تم مجھ کو چھوڑ دو تو میں تم کو ایک عمل سکھا دوں گا، چونکہ صحابہ کرام نیکی کرنے اور ثواب حاصل کرنے پر سخت حرصیں تھے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس شرط پر اُسکو چھوڑ دیا اور اُس نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ کہا کہ جب تم سونے لگو تو آیت الکرسی پڑھ لو، رات پھر اللہ تعالیٰ شیطان کیوں نہ نگہبان ہوگا اور صبح تک کوئی شیطان تمہارے نزدیک نہیں آئے گا۔ جب اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اُسکا یہ قول نقل کیا تو آپ نے فرمایا اُس نے سچ کہا اگرچہ وہ جھوٹا ہے۔ اور اگر خدا نے چاہا تو ہم ایک مستقل مضمون میں یہ راز بیان کر بیٹھے کہ آیت الکرسی میں کیوں خصوصیت ہے۔ یہ تاثیر عظیم رکھی گئی ہے اور اسکے دوسرے اسماء بھی بیان کریں گے۔

چوتھا سبب: سورۃ بقرہ کا ورد

(۴) سورۃ البقرہ کا پڑھنا صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، اپنے گھروں کو قبر میں مت خاؤ، اور بے شک جس گھر میں سورۃ بقرہ پڑھی جائے اُس میں کوئی شیطان داخل نہیں ہو سکتا

پانچواں سبب: سورۃ بقرہ کے خاتمہ کی آیات

(۵) سورۃ بقرہ کے خاتمہ کی آیتیں اَمَّا الْقَوْلُ بِمَا اُنْزِلَ الْبَقَرَةُ مِنْ رَبِّہِ پڑھنا صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ جو شخص کسی رات میں سورۃ بقرہ کے خاتمہ کی دو آیتیں پڑھ لے تو وہ اُسکے لئے کافی ہیں۔ ترمذی میں نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پیدا کرنے سے دو ہزار سال پیشتر ایک کتاب لکھی ہے جس میں سورۃ بقرہ کے خاتمہ کی

وہ آیتیں نازل ہوئی ہیں۔ اگر ان کو کسی گھر میں تین رات تک متواتر پڑھا جائے تو شیطان اُس گھر کے قریب نہیں آئے گا۔

چھٹا سبب: سورۃ نجم المؤمن کی ابتدائی آیات

(۶) سورۃ نجم المؤمن کی ابتدائی آیتیں (الْیَوْمَ الْاَوَّلُ) تک آیت الکرسی کے ساتھ ملا کر پڑھنا، ترمذی میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث ہے کہ جو کوئی ان آیتوں کو صبح کے وقت پڑھے گا وہ شام تک و شیطان کے شر سے محفوظ رہیگا، و جو کوئی ان کو شام کے وقت پڑھے گا وہ صبح تک محفوظ رہے گا۔ اس حدیث کے راویوں کے حفظ کے متعلق علماء نے بحث کی ہے لیکن اسکی تائید کے لئے آیت الکرسی کی فضیلت میں دوسری روایتیں موجود ہیں۔

ساتواں سبب: مستون وظیفہ

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ سورۃ تہ پڑھنا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص ان کلمات کو دن میں سو مرتبہ کہیگا، سو دس غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملے گا۔ اس کے لئے سو نیکیاں نیکیاں لکھی جائیں گی اور نئی نیکیاں اس کے نامہ اعمال سے شادی جائیں گی اور دن بھر وہ شیطان کے شر سے امن میں رہیگا۔ اور کسی شخص کو اس کے برابر ثواب نہیں ملے گا، ناں یہ روایات ہیں کہ کوئی اس سے بھی نڈرتہ پڑھے یہ ایک عظیم انعام اور جلیل القدر ذکر ہے اور جس کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے اس کے لئے اسکی پابندی کرنا پسندنا دشوار نہیں۔

آٹھواں سبب: ذکر الہی

(۸) اکثر سے اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہنا شیطان کا شرف کرنے کے لیے مفید ترین حربہ جان ہے، ترمذی میں ہر روایت حارث اشعری آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث منقول ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کو پانچ باتوں کے بجالانے کا حکم دیا اور یہ کہ بنی اسرائیل کو بھی لے کے بجالانے کا حکم دے، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس حکم کی تعمیل اور تبلیغ میں کس قدر تساہل کیا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم یہ کہ اس کو یاد دہانی کرے اور کہے کہ یا تو وہ خود اس حکم کی تبلیغ کرے اور وہ پھر بھی سہل انگاہی کرے تو عیسیٰ علیہ السلام اس کی تبلیغ کر دے! یحییٰ علیہ السلام نے اس کے جواب میں کہا کہ میں اس کی تبلیغ کروں گا کیونکہ اگر تم نے مجھ سے پیشہ دستی کی تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ناراض ہو کر مجھ کو زمین میں نہ دھنسا دے یا کسی اور عذاب میں مبتلا نہ کر دے۔ چنانچہ اُس نے بیت المقدس میں لوگوں کو جمع کیا یہاں تک کہ وہاں تل دھرنے کی جگہ نہ رہی اور گیلریاں تک بھر گئیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے انکو اسی طرح مخاطب کیا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ نے پانچ باتوں کے بجالانے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ میں تم سب کو ان کے بجالانے کا حکم دوں۔

حضرت یحییٰ کی یاد کا نصیحت

سب سے پہلے یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ بناؤ، مشہد کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص نے خالص اپنے مال سے سونا چاندی دے کر ایک غلام خریدا۔ اُس کو رہنے کیلئے مکان دیا اور کام بھی اُس کو بنا دیا اور ساتھ ہی اُس سے یہ کہا کہ یہ کام کیے جاؤ اور اس سے جو کچھ حاصل ہو وہ مجھ کو ادا کرتے رہو۔ چنانچہ وہ غلام کماتا تھا اور اپنی کمائی ایک دوسرے اجنبی شخص کے

حوالہ کرتا جاتا تھا کیا تم میں سے کوئی بھی اپنے غلام کے اس کام پر پیش ہوگا؟

نماز پڑھو

۲۔ تم نماز پڑھو اور نماز پڑھتے وقت ادھر ادھر مت دیکھو کیوں کہ جب تک آدمی کسی دوسری طرف التفات نہ ہو اللہ تعالیٰ اس کے مُنہ کے سامنے رہتا ہے۔

روزہ رکھو

۳۔ روزہ رکھو۔ اس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس کے پاس مشک کی بٹری ہوئی تھیلی ہو اور اس کے ارد گرد ایک جماعت اس کے دوستوں کی موجود ہو جن کے دماغ اس کی خوشبو سے معطر ہوتے جا رہے ہوں۔ سب لوگ ایسے شخص کی ہم نشینی کو پس کرینگے؟ اور بے شک دوزخ دار کے مُنہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک سے بھی زیادہ خوشبودار ہے۔

صدقہ دو

۴۔ صدقہ دو۔ اس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس کو اس کے دشمنوں نے قید کر لیا ہو اور وہ اس کی مشکیں کس کر اس کو قتل کرنا چاہتے ہوں اور وہ کہے کہ میں اپنا مال تم کو فدیہ دینا چاہتا ہوں اس پر وہ قید کر کے بند کھول دیں۔

اللہ کی یاد میں مشغول

۵۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہا کرو۔ اس کی مثال ایک ایسے شخص کی ہے جس کا اس کے دشمن نہایت تیزی کے ساتھ تعاقب کر رہے ہیں۔ اتنے میں اس کو ایک نہایت مضبوط قلعہ نظر آجائے اور وہ اس میں داخل ہو کر پناہ گزین ہو جائے ایسی طرح اللہ تعالیٰ کا ذکر ایک ایسی چیز ہے جو تم کو شیطان کے شر سے بچائے گی۔

رسول اکرم کی نصیحت

یہ بیان کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں بھی تم کو پانچ باتیں

کے بجالانے کا حکم، یتیموں، یتیموں کی بابت مجھے اللہ تعالیٰ نے علم دیا ہے۔ سننا اور ماننا
 جہاد اور ہجرت اور مسلمانوں کی جماعت کو نہ پھوڑنا کیونکہ جو شخص مسلمانوں کی جماعت
 سے ایک بالشت بھر بھی جدا ہو جائے وہ اسلام کے دائرہ سے باہر نکلتا ہے جتنا ہی جنگ
 باز نہ آجائے۔ اور جو شخص اہل باطلیت کی فخر و تعالیٰ کرے وہ جہنم کا امیدوار ہوگا۔ ایک شخص
 نے عرض کیا یا رسول اللہ! پاپا ہے وہ نماز پڑھتا اور روزہ رکھتا ہوا آں حضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاہئے وہ تہاڑ پڑھتا اور روزہ رکھتا ہو، تم کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ
 کے مقرر کردہ لقب پہنچا رہے جاؤ جس نے تم کو مسلمان اور مومن اور اپنے بندہ کے
 نام سے موسوم کیا ہے۔ "بقول ترجمہ: یہ حدیث صحیح اور حسن ہے۔ اور بقول صحیح بخاری
 کے سنن کے حارث اشعری کو، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا خسر
 حاصل ہے۔

الغرض اس حدیث میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ
 کا ذکر ہی ایک ایسی چیز ہے جو شیطان کے شر سے انسان کو بچا سکتا ہے۔ سورہ ہا
 میں ہمیں نہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کیوں کہ اس میں شیطان کو خناس کے لفظ
 سے موصوف کیا گیا ہے جس کے معنی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جب انسان خدا کو یاد کرتا
 ہے اس کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو وہ پیچھے کی طرف ہٹ جاتا بلکہ جھپ جاتا ہے
 لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے تو وہ پھر دل کے قریب پہنچ کر
 دوسرے ڈالنا شروع کر دیتا ہے، اور تم پڑھ چکے ہو کہ شیطان کا دوسرا سہمی تمام ہے
 فرمائیوں اور گناہوں کی جڑ ہے۔ بہر حال شیطان کے شر سے بچنے کیلئے اس سے
 بہتر نسخہ نہیں کہ انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھے۔

نواں سبب: غصہ کو ضبط کرنا

(۹) شیطان کے شر سے بچنے کا ایک اور عمدہ نسخہ اور نواز ہے خصوصاً جب قوت

خلفہ ترمذی کی مطلقاً جس میں اس حدیث کو کہتے ہیں جو مختلف اسنادوں سے مروی ہو اور وہ ایک دوسرے کی تائید کریں، ہم

غضبیبہ یا شہوت کا شدت سے ظہور ہو۔ غضبیبہ کہ آگ کے ایک شعلہ کے ہر
جو انسان کے دل میں بھڑک اٹھتا ہے۔

ترمذی میں بروایت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
مروی ہے کہ بے شک غصہ انسان کے دل میں آگ کا ایک شعلہ ہے۔ کیا تم نے دیکھا
نہیں کہ شہسحر کی حالت میں اُسکی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں اور کئی رگوں کی رگیں پھیل
جاتی ہیں واسطے جو کوئی غصہ کی حالت کو محسوس کرے اُسکا ذہن کے ساتھ چمٹ جانا
پاویئے؟ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ شیطان کی پیدائش آگ سے ہو اور بیشک آگ
کو پانی سے بجھایا جاتا ہے۔ "وَنُوبَانِیَ كَیْ سَقَمَالِ كَا بَہْرَیْنِ طَرِیْقَہِ" اور وہ غصہ کے
جوش کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

اُسکے بعد اگر آدمی خشوع و خضوع اور خضوع قلب کے ساتھ نماز پڑھ لے تو اس کا اثر
بالکل زائل ہو جاتا ہے اور بجائے اُسکے کہ اُسکی تائید میں کوئی دلیل ڈھونڈھی جائے
اُسکا تجربہ کرنا بہتر ہوگا۔

دسواں سبب: فضول و لغو سے احتراز

(۱۰) بے ضرورت اور فضول دیکھنا، بے ضرورت بات کرنے، ضرورت سے زائد
کھانے اور لوگوں کے ساتھ زائد میل جول رکھنے سے بچنا۔ کیوں کہ انہی چار باتوں
میں بے احتیاطی کرنے کا نتیجہ شیطان کا تسلط ہوتا ہے اور شیطان اپنے اغراض میں
انہی کے ذریعہ سے کامیاب ہوتا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی نظر کو آزادانہ استعمال کرے
تو بہت ممکن ہے کہ کوئی قبولِ صورت عورت یا لونڈا اُسکے دل میں گھر کر لے اور رفتہ
رفتہ اُسکے قیامے فکریہ اور توجہ کا مرکز بن جائے اور دین و دنیا کے کام سے اُسکو بے کا
کر دے۔ "خَسِرَ الَّذِیْ نَادَا الْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرٰنُ الْمُبِیْنُ"۔

نظر کو بے لگام چھوڑنے سے بڑے بڑے فتنے پیدا ہوئے ہیں اور آں حضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول تجربہ سے نہایت درست معلوم ہونے لگتا ہے کہ نظر شیطان کا ایک نہ سزاؤد تیر ہے اسلئے جو شخص اپنی آنکھوں کو جھکائے رکھیک اللہ تعالیٰ اُس کے دل میں ایک ایسی علامت پیدا کرے گا جس سے وہ قیامت تک محرمِ زنا رہے گا۔
ایک شاعر نہایت خوب کہا ہے :-

کل الحوادث پیدا ہا س النظر : معظم الثمار من مستصغر الشر
کہ نظر تو فلک فی قلب صاجہا : فکت التهام بلا قوس ولا وتر

توجہ : تمام فتنوں کی ابتدا نظر سے ہوتی ہے (اس سے مراد عشق اور جہل و ہجر کے مناظر ہیں) اور پھٹی چھوٹی چنگاریوں سے عظیم الشان آگ بھڑک اٹھتی ہے (بجا طور پر نظر کو چنگاری سے اور بعد کے مراحل عشق اور اسکے اوزار و لوازمات کو بھڑکنی ہوتی آگ سے تشبیہ دی ہو) بہت مرتبہ نظر دل کی ہلاکت کا باعث ہوتی ہے لیکن اس کا مہلک تیر کمان اور چلہ کا محتاج نہیں۔
(درویش سینہ کن خرمے نشان زوہ + بحیر تم کہ عجب تیر بے کہاں زوہ)

الغرض فضیل اور بے ضرورت نظر بلا واسطہ کی جڑ اور بعض صورتوں میں دین و دنیا کی تباہی کا موجب ہوتی ہے۔

اسی طرح کثرت کلام اور بے ضرورت بکواس شر کے لئے متعدد دروازے کھول دیتا ہے جس میں سے شیطان کو داخل ہونے کا موقع ملتا ہے۔ لیکن کم گوئی اسکے تمام مدخل کو بند کر دیتی ہے، تم نے دیکھا ہوگا کہ ایک ہی کلمہ کے بے احتیاطی کے ساتھ منہ سے نکل جانے پر غور و زراعت کیوں تک نوبت پہنچی ہے۔

آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو زبان کے رقبے رکھنے کی ہدایت فرما کر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ لوگوں کو منہ کے بل و دماغ میں گرانے کا باعث انکی اپنی زبان کی کاٹی ہوئی فصل ہے۔

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ بعض اوقات انسان بے ساختہ اپنے منہ سے کوئی

کلمہ نکال دیتا ہو، اسکے انجام کی وہ چنناں پروا نہیں کرتا اور اسکے سبب سے وہ شتر سال تک جہنم میں غلط کھانا رہتا ہے۔

ترندی میں یہ کہ صحابہ میں سے ایک شخص کا انتقال ہوا تو ایک صحابی نے اسکو چھٹی کہا بھیر
اے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا علم ہو شاید اسے کبھی فضول گوئی کی مہیا کسی
چیز کے دینے میں غل کیا ہو جسکے دینے میں اسکا کچھ نقصان نہیں ہوتا تھا اور اس میں شک نہ
کہ اکثر گناہوں کی ابتدا فضول نظر اور فضول کلام سے ہوتی ہو اور انسان پر شیطان کا تسلط
جمل کرنے کا ایک بڑا ذریعہ یہی ہو کیونکہ آنکھ اور زبان جیسی چیزیں ہیں جو تقریباً ہر وقت
اپنے کام میں لگی رہتی ہیں اور انکی خواہش کا پیما نہ کبھی لبریز نہیں ہوتا یہ غلاف اسکے پیٹ
بھر جائے تو پھر اسکو تسکین ہو جاتی ہو اور علیٰ ہذا القیاس دوسرے قوت اور اعضا، ایسے آنکھ اور
زبان کے استعمال میں بہت خطر ہو، اور سلف صالحین نے ان دونوں کے حد ضرورت سے تجاوز
کر جانے کو سخت خطرناک بتایا ہو۔ ان کا قول ہو کہ زبان کو عموماً جنس میں رکھنا ضروری ہے
دوسرے اعضا را استعداد سرکش نہیں۔ ضرورت سے زائد کھانا بھی بہت سے شمر کر کاٹ
ہو کیونکہ سیرکنی سے عضلات و جوارح میں گناہ کی طرف میلان پیدا ہوتا ہو اور انسان عبادت کے
کرنے میں سست ہو جاتا ہو بسا اوقات اسی کی وجہ سے انسان بڑے بڑے ثوابوں سے محروم رہتا
پیٹ بھر کے کھانا

لہذا جو شخص پیٹ کے شر سے بچا رہے سمجھ لے کہ وہ ایک بڑے شر سے محفوظ رہا۔ شکم
سیری کی حالت میں شیطان کو نسبت زیادہ غلبہ ہو سکتا ہو اور لیکن بعض حدیثوں میں ہو کہ شیطان
نفس کو روزہ کے ذریعہ کم کر دے اور آدمی نے کوئی ایسا برتن نہیں بھرا ہو جس کا بھرنہ پیٹ کے بھرنے سے
زیادہ برا ہو۔ پیٹ بھرنے کی ایک بھی غرابی کافی ہو کہ انسان اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو جاتا
اور تم جانتے ہو کہ انسان ایک گھڑی بھی اللہ کی یاد سے غافل ہو تو شیطان اسکے دل کو جھٹک کی
طرح چبھٹ دیتا ہو اور انواع و اقسام کے دوسو سے زائد اسکی متیاناس کر دیتا ہو کیوں کہ شکم سیری

کی حالت میں انسان کی نفسانی خواہشوں کو تحریک ہوتی ہے اور شیطان اس پر جلدی قابو حاصل کر سکتا ہے لیکن بہت بھرپور نہ ہو تو اس کی خواہشات میں چنداں اضطراب پیدا نہیں ہوتا اور ایسے شیطان کو اس کے بہکانے کا بہت کم موقع ملتا ہے۔

فصل دہم

مخالطت

معانی

لوگوں کے ساتھ ضرورت سے زیادہ میل جول رکھنا، یہ ایک علاج بیماری ہے جسکی بدولت کتنی نعمتیں سلب ہوتی ہیں کتنی دشمنیاں پیدا نہیں کتنے کینے دلوں میں جاگزیں ہوتے الغرض مخالطت میں بہت دنیا کا نقصان ہے انسان کو چاہئے کہ کسی کے ساتھ ضرورت سے زائد میل جول نہ رکھے۔

لوگوں کی قسمیں: مخالطت کے لحاظ سے لوگوں کو چار قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے جن میں اگر ان سے تمیز کرنا چھوڑ دیا تو یقیناً وہ شر میں مبتلا ہوگا۔

پہلی قسم بمنزلہ غذا: لوگوں کی ایک قسم تو وہ ہے جنکے ساتھ میل جول رکھنا بمنزلہ غذا کے ہو اور ایسے انکے ساتھ میل جول رکھنا نہایت ضروری ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قہارم بتایا ہے اور جو اس کے دشمن شیطان کی فریبکاریوں سے محفوظ رہے اور مرض قلب کے مابین ایسے لوگوں کے ساتھ میل ملاپ رکھنے میں سراسر نفع ہے، لیکن ان کا وجود بہت احمق سے بھی زیادہ کمیاب ہے۔

دوسری قسم بمنزلہ ادویہ: دوسری قسم وہ ہے جسکی مثال ادویہ کی ہے کہ جب تک تندرست ہو تو تم کو اسکی مطلق ضرورت نہیں، البتہ مرض کی حالت میں بقدر ضرورت اسکا استعمال ضروری ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکے ساتھ تمہارے دنیوی اغراض وابستہ ہیں کیونکہ انسان کو مدنی اطمین پیدا کیا گیا ہے اور ایسے وہ بھی ضروریات پورا کر نیکیے لئے دوسروں کے ساتھ

تعلقات رکھنے پر مجبور ہو۔ اس قسم کے آدمی کے ساتھ میل جول رکھنے میں اس میں اصول پر عمل پیرا ہونا چاہیے کہ الضمیر ہی یثقل الضمیر۔ ضرورتاً جو بات کسی خاص ضرورت کی وجہ سے نہایت کی جائے وہ ضرورت کی حدود تک محدود رہتی ہے۔

تیسری قسم نمبر ۳ مرض: تیسری قسم وہ ہے جس کے ساتھ میل جول رکھنا بمنزلہ مرض کے ہے اور جس طرح بیماریوں کی مختلف قسمیں ہیں بعض ان میں سے مہلک اور بعض مزیل صحت ہوتی ہیں، اسی طرح ان لوگوں کی مصرت صحبت کا مختلف اثر ہوتا ہے بعض کی مثال لاعلاج بیماری اور مرض مزمن ہے جو جبکا انجام ہلاکت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی صحبت میں تم کوئی دینی یا دنیاوی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے بلکہ انا کی صحبت دین دنیا کا نقصان ہے۔ ان کی مخالفت مرض الموت کا حکم رکھتی ہے بعض کی مثال ٹارڈ کے درمیان ہے کہ جب تک ٹارڈ کال نہ ڈالو آرام نہیں ملیگا، بعض انہیں سے روح کیلئے تپ کا حکم رکھتے ہیں، یہ گراں جان اشخاص ہیں جنکو نہ تو بات کر نیک سلیقہ ہے کہ جسکو سن کر تم کو کسی قسم کا فائدہ ہو اور نہ وہ خاموش رہ کر تمہارا کلام سننے کی تکلیف گوارا کرتے ہیں تاکہ ان کو تم سے کچھ فائدہ ہو۔ انکو اپنی حیثیت کی بھی پہچان نہیں ایسے کہ وہ خود پسند واقع ہوئے ہیں۔ جب وہ بات کرتے ہیں تو انکے منہ سے پھول جھرتے ہیں۔ اور جب وہ چپ رہتے ہیں تو ان کا وجود ایسا معلوم ہوتا ہے گویا تمہارے سینہ پر چکی کا پاٹ رکھا ہے۔ ایک ان میں نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہؒ کے پاس اس قسم کا ایک آدمی بھیجا ہوا دیکھا تو اپنے فرمایا ”جو تھپا ہے“ اس کے بعد اپنے فرمایا ہمارے طبیعت میں اس ناگوار وجہ کو برداشت کرتے کرتے اب اسکو ہلکا سمجھنے لگی ہیں، اور دنیا کے دیگر مصائب الآم میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس قسم کے شخص یا اشخاص کے ساتھ آدمی کو واسطہ پڑے تو روزانہ ان کے ساتھ میل جول رکھنا پڑے۔ ایسی حالت میں انسان کو چاہیے کہ ان کے ساتھ بہت اچھی طرح سے پیش آئے اور اپنی خوش اخلاقی کو نہ چھوڑے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسکو اس بلا مخلصی عنایت فرمائے۔ دھوکلی مائتاء قدیرہ۔

اصل کتاب میں تو کچھ اور لکھا ہے۔ فافہ (مترجم)
بیشک مع روح صحبتنا جس عذاب ہے ایم۔ (جبریم)

چوتھی قسم: ہنہرہ ہلاست: چوتھی قسم وہ ہے سبلی مخالفت کا نتیجہ جسکی ہلاست ہو اور ان کی مثال زہرہ کی ہے۔ ایسے اگر کسی کی خوش نصیبی سے اسکو تریاق مل جائے تو بڑا سعادت اور نہ معاملہ سخت ہو۔ اس سے میر مقصد اہل بدعت و ضلالت میں جو لوگوں کو اس حضرت علی اللہ علیہ وسلم کی سنت کریمہ کے اتباع سے روکتے ہیں۔ بدعت اور خلاف سنت کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں۔ سنت انکی نظر میں بدعت ہو اور بدعت سنت، معروف کو منکر اور منکر کو معروف سمجھتے ہیں۔ اگر تم خدا سے پاک کی خالص توحید بیان کرو تو وہ کہتے ہیں کہ تم نے اولیاء اللہ کی شان گھسا دی اور اگر تم خلافت سنت کا اتباع کرو تو کہتے ہیں کہ تم امامان دین کے دشمن ہو۔ اگر تم لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے کلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو، طرف بلاؤ تو وہ تم کو مفتن خیال کریں گے۔ اور اگر تم ان سے تمام تعلقات کو منقطع کر کے انکو دنیا سے فردا پر لڑنا ہو اچھوڑ دو تو تم کو اہل ملیں ہونے کی تہمت دیں گے، لیکن یاد رکھو کہ اگر تم نے انکو راضی رکھنے کا خیال کر کے انکی انسانی خواہشوں اور بدعت آرائیوں کی پیروی اختیار کی تو تم آخرت میں خاسرین کے زمرہ میں داخل ہو گے اور باہنہ وہ بھی ہرگز تم سے راضی نہیں ہونگے بلکہ تم کو منافق کہیں گے ایسے میں تم کو نہایت مؤکد نصیحت کرتا ہوں کہ تم انکے ناخوش ہو کی کچھ بھی پروا نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی خوشنودی حاصل کرنے میں کوشاں ہو: واللہ دَرَسُوْلَہٗ اَحَقُّ اَنْ تَرْضٰہُ اِنْ کَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ اَلْکَرِہَ حَقِیْقَتٍ مُّؤْمِنِیْنَ تو اللہ اور اسکے رسول کی خوشنودی حاصل کرنا سب سے مقدم ہو۔ تم کو انکی مدح و قوم پر مطلق التفات نہیں کرنا چاہیئے اور اپنی دھن میں لگا رہنا چاہیئے۔ ایک شاعر نے کیا ہی اچھا کہا ہے،

وَقَدْ زَاہَنِي حُبُّ النَّفْسِ اَتَنِي بَغِيضٌ اِلَى كُلِّ حَرٍّ غَيْرِ طَائِلٍ
وَاِذَا اَتَمَّكَ دَهْمَتِي مِنْ نَاقِصٍ فَهِيَ الْمُهَادَّةُ لِي بِاَنِّي فَاضِلٌ

والحمد لله تعالیٰ اولاً و آخراً وظاہراً و باطناً

تمت بالخیر

علی مجھے اپنی نذر اس معلوم ہوئی کہ فضیل و درمیدہ لوگ مجھ کو اپنا دشمن خیال کرتے ہیں۔ مجھے اور جب ایک ناقص نفس سے ترست پاس میری ندمت کی تو سمجھ لے کہ یہی میرے فاضل ہونے کی شہادت ہے! و فذلک اللہ تعالیٰ عفا ما بینہ۔

مطبوعہ کریم پریس لاہور ہائے استتمام میر قدس اللہ صا حسب پر نظر و میلستر

مطبوعات الحلال باب اچھی لکھو

(۱) کتاب اسمیہ مصنفہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ عنہ لا ناعبر الزرقانی شیخ ابادوی۔ کتاب اسمیہ مختصر لفظاً و سبباً

ہی کی بحث نہیں بلکہ اسلام کے اصل اعلانِ نوحہؑ برہادیتِ جامع اور مستند کتاب سے اس میں توحید کی

مُرجوۃ دعوت ہے، شُرک کے سر پر ہلکے بڑے بدعت و جہود کے گلے پر چھو ہے۔ یہ میرا جس کا بیچ پر

کھاھا 'مگا' رزہ رزہ کر دگا شفا عت قہ اور شفا عت باطلہ قبر سیستی قبر سیستی کے متعلق جھوٹی روایات²

حکامات وغیرہ اقبال کی نسبت ائمہ اربعہ کے مسلک مذاہب اور ان کے اقوال اندائے غیر اللہ اور اسی قسم کے

حکایات وغیرہ افعال کی نسبت اس کے رعبہ کے حکمت و ہر دور کی ہر چیز کے لیے ایک حکمت ہے۔

دیگر اہم مضامین پر ایسی سلیسی جنت سے کہ ہر پتھر پر سسلی وندل کو یاد دلائی جا چکی ہے۔

(۸) **الدين** سے مراد نام سے ظاہر ہے۔ ایں صریحی نام میں مذکور یہ ہے کہ یہ نام کے تحت

(۹) تفسیر آیت لرمیہ - (مصنف امام ابن قیمینہ) مہر مجید مولانا عبد الرحیم سیاحی - ایہ

[illegible]

(١٠) تفسير المصنفين - (مصنف حافظ ابن قيم الجوزي تلميذ الرواد ثم ابن قيم) مصرجه مولانا عبد الحميد

پشاور۔ سورہ فلق اور سورہ الناس کی نہایت جامع اور بے نظیر تفسیر ہے۔ یہ مہنت

(۱۱) سیرۃ امام ابن تیمیہ مصنفہ پتھری غلام رسول قہری اے رئیس التحریر و زمامہ انقلاب ہو ۹

(۱۲) الفرقان بین اولیاء اللہ و اولیاء الشیطان - تصنیف مولانا ابوالکلام آزاد -

دُنیا کی دو متضاد قوتوں: خیر و شر، حق و باطل اور نور و ظلمت کے خالص و اعمالی، دران کے نتائج و عواقب

کی حقیقت پر ایک تفصیلی بحث ہے۔ آیات و احادیث بطور ثبوت پیش کی ہیں۔ قیمت ۲/-

(۳) **اطلاقِ تحفہ**۔ از مولانا ابوالکلام آزاد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ "ایلا" آیتِ تحفیر کا شانِ نزول

اور سورہ تہ کہ تفسیر وغیرہ تفسیر، حدیث اور تاریخی مضامین پر ایک نہایت نفیس اور مشترک بحث ہے۔

مذہبِ تعلیمی کے شہسود و لادہ چالوں کے لئے ایک نفل درس بصیرت دعو غلط ہے۔ قیمت ۸

۱۷۱) حقیقۃً اقصاء - از مولا ابوالکلام آزاد - نازہ جیسے اہم فرصت کی حقیقت پر شبکی پابندی میں

(۱۴) حقیقتاً معلومہ۔ ارمولانا ابوالکلام آزاد۔ ہمارے ہم عصر ایک پرکاشک ہیں۔

کہ ہر روز باجی مرتبہ خدا کے مرتد ہونے کے دو بار میں حضور کی شہادت حاصل ہوتا ہے۔ گو کہ یہ بات

(۱۵) الحرب فی القرآن لہذا مولانا ابوالکلام آزاد۔ یہ کتاب جنتِ عرب پر مبنی ہے۔

ہدایت بنظر مرتع ہے۔ قرآن حکیم سے جناب کی حقیقت نہایت سرج و بسط کے ساتھ واضح کی گئی ہے۔

اور دکھایا ہے کہ جاہلیت میں عرب جنگ کو کیا سمجھتے تھے اور انہوں نے سیکھ لیا۔ نمونہ میں لیا ہے پھر

فہم اس کے تمام مفاسد و نقائص کو مٹا کر کس طرح سے اُسے ناکثر یہ مباح پر نہایت کم مصرت رسالہ

اسی ضمن میں جہاد پر ایک حقیقت فرماؤ گے کہ

(۱۶) نجد و حجاز تہذیب و تمدن کے نگار محمد علی عبدالطیف نے اپنے سفر نامے "حجاز کی مکمل حالت"

(۱۶) ضمیمہ سعادوت - نمبر ۸، نمبر ۲، نمبر ۳، نمبر ۴، نمبر ۵، نمبر ۷، نمبر ۹

۱۲۱) **مذبح** : جبر و کبر و غیر جبر و کبر
 انصاف : ایک ایسی قسم کی جبر و کبر جو لاہوت سے طلب نہیں

اصطلاح بابیہ سے سمجھیں کہ اگر بار بار کہوں کہ بابیہ

الھلال ایک تحفہ کی کانادہ سلسلہ تراجم

دینی علوم کے پیش بہا جو اہریت

اس تحفہ کی پیش نظر ان اعلیٰ اور اور ہندوستانی تصانیف کے، و تراجم، میں کا مطالعہ صلاح عقاید اسلام اور اخلاقی حقیقت اسلامیہ کے لئے نہایت ضروری اور ناگزیر ہے۔ اس سلسلہ میں جس امام احسن، جس مومن کامل، جس مجاہد حق اور جس یکہ نام مقامات علم و عمل شخصیت کی بعض اہم تصانیف کے تراجم کی تکمیل کی گئی ہے، ان کی مساعی کا مرکز و محور ہے، وہ شیخ المسلمین، ملاذ المحبت، دین، سند الکاملین، امام الخارین، وارث الانبیاء، قدوة الاولیاء، حضرت شیخ الاسلام تقی الدین ابی العباس احمد بن تیمیہ رضی اللہ عنہ کا وجود مبارک ہے۔ اس مقام پر یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ امام مروج کی ہندی منصب اور رخصت منزلت کی حقیقت کیا ہے، اس لئے کہ ان کی تصانیف اور رد کے لباس میں عامۃ الناس کے سامنے آجائیگی تو حقیقت خود بخود آشکارا ہو جائیگی، لیکن جن حضرات کو اس بارے میں تفصیلی بحث دیکھنے کی خواہش ہو، وہ حضرت مولانا ابوالکلام کے تذکرہ میں شرح مقام عزیمت و دعوت اور مولانا چودھری غلام رسول تھری اے رئیس تحریر روزنامہ انقلاب لاہور کی سیرۃ امام ابن تیمیہؒ کا ملاحظہ فرمائیں۔ کیونکہ ان کے مضامین کا ایک بہت بڑا حصہ امام موصوف کے فضائل و مناقب اور وظیفہ حیات کے بہترین کارناموں پر مشتمل ہے۔ اسی ضمن میں شیخ الاسلام کے حمید رشید حافظ ابن القیث اور اسی جلیل عظیم صف کے بعض دوسرے بزرگوں کی تصانیف کے تراجم شائع کرنا اور انہیں عام روانہ دینا بھی ہمارے خاص مقصد میں داخل ہے۔

اس سلسلہ میں حسب ذیل کتابیں زیر طباعت سے آراستہ و پیراستہ ہو کر شائع ہو چکی ہیں :-

(۱) اسوۂ حسنہ یا نظائرم کی مشہور کتاب زاد المعاد کے اختصار ہدی الرسولؐ کا اردو ترجمہ

(۲) العروة الوثقی شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ کے رسالہ "الواسطہ بین الحق والباطل" کا اردو ترجمہ

(۳) اصحاب صفہ " " " کی اسی نام کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ

(۴) کتاب الوسیلہ " " " کی کتاب التوسل والوسیلہ کا اردو ترجمہ

(۵) تفسیر سورۃ الکوشثر " " " کی کتاب تفسیر سورۃ الکوشثر کا اردو ترجمہ

(۶) ائمہ اسلام صفہ امام ابن تیمیہ کا اردو ترجمہ - (۷) خلاف الاممہ مصنف امام ابن تیمیہ کا اردو ترجمہ

(۸) نجد و حجاز علامہ سید رشید رضا ایڈیٹر المنار مصر کے عربی مضامین کا اردو ترجمہ

(۹) تفسیر بیت کریمہ معتقد امام ابن تیمیہ کا اردو ترجمہ (۱۰) تفسیر المعنویاتین مصنفہ حافظ ابن قیم کا اردو ترجمہ

علاوہ ازیں اکثر کتابوں کے تراجم مکمل ہو چکے ہیں اور بعض زیر غور ہیں اور انشاء اللہ جلد چھپ کر بہ ہمارے نظرین ہونگے۔

المشتہ: منہج الھلال بکس ایجنسی شعیری بازار لاہور

checked
1987